MAY 2021
رمضان کریم
اہل سنت وجماعت کا ترجمان
ماہنامہ
پیغام شریعت
دہلی
روزے کے حالت میں کرونا ٹیسٹ کا حکم
کیا رمضان شریف زکاۃ نکالنے کا مہینہ ہے
فجر صادق ۱۸ر درجے پر طلوع ہونے کے دلائل
رمضان میں شیطان قید پھر بھی گناہ کا صدور
آزاد بھارت کی
سیاسی تاریخ
زکاۃ کا مصرف جو بھلا دیا گیا
مسئلہ اعتکاف میں فنائے مسجد کی حیثیت
شرعی کونسل آف بریلی کے
فقہی سیمینار کے فیصلے
تاج الشریعہ آن لائن
اسلامک انسٹی ٹیوٹ (انٹرنیشنل)
₹20
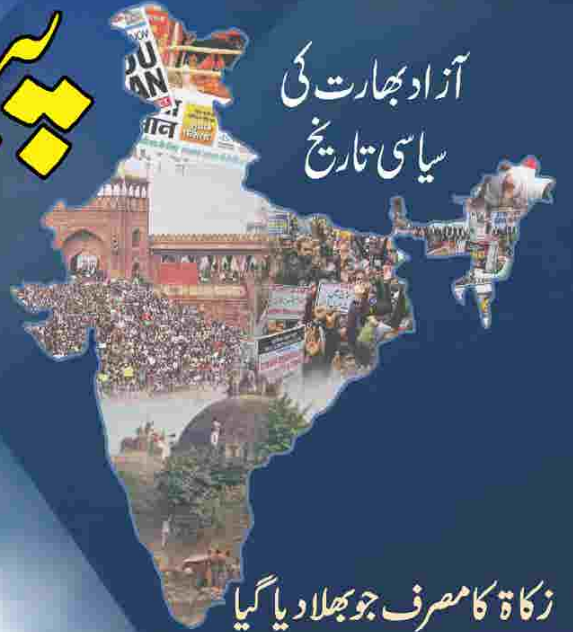
رمضان المبارک، شوال ۱۴۴۲ — جلد ۶ — شمارہ = ۳/۴ — APRIL&MAY- 2021

ایک شمارہ کی قیمت 20 روپے، سالانہ زرتعاون 200 روپے، بیرون ممالک کے لئے 50 ڈالر، خلیجی

طابع، ناشر، مالک محمد کمیل امجدی نے موتی پرنٹنگ پریس 3622 کٹرا دینا بیگ لال کنواں دہلی-6 سے چھپوا کر دفتر ماہنامہ "پیغام شریعت" 422، فرسٹ فلور گلی مٹیا محل جامع مسجد دہلی-6 سے شائع کیا۔

ترسیل وزر کا پتہ

PAIGHAM E SHARIAT
Monthly
House No.422 1st Floor Gali Matia
Mahal Jama Masjid Delhi-110006
Mob 8090753792
Email:Paighameshariat@gmail.com
Bank name: IDFC FIRST BANK A/C Name:Paigam e shariyat
IFSC CODE.IDFB0020123 A/C No 10063056966

مکان نمبر ۴۲۲ پہلی منزل گلی مٹیا محل جامع مسجد دہلی ۔۶

فہرست مضامین

(نوٹ)

مندرجات سے ادارے کا اتفاق ضروری نہیں۔

کسی قسم کی عدالتی چارہ جوئی صرف دہلی کی عدالت میں قابل سماعت ہوگی۔

اداریہ

تاج الشریعہ آن لائن اسلامک انسٹی ٹیوٹ (انٹرنیشنل)

تحریر: فیضان المصطفیٰ قادری

وہ بڑی حسین ساعت تھی جب ملک کے تعلیمی ماحول اور حالات کے پیش نظر ایک منظّم آن لائن تدریسی نظام کا خاکہ ہمارے ذہن میں ابھرا، اور وہ بڑی دلکش گھڑی تھی جب ہم نے اس ادارے کے لیے حضور تاج الشریعہ علامہ اختر رضا خاں ازہری علیہ الرحمہ کے نام کی نسبت اختیار کرنے کا فیصلہ کیا۔ اور اب یہ اعلان کرتے ہوئے فخر محسوس کرتے ہیں کہ ''تاج الشریعہ آن لائن اسلامک انسٹی ٹیوٹ انٹرنیشنل'' کا قیام عمل میں آچکا ہے۔ اور اس کے لیے ہم نے ہندوستان کے ادبی مرکز لکھنؤ کا انتخاب کیا ہے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ اسی انسٹی ٹیوٹ سے لکھنؤ کی سرزمین پر ایک عظیم ادارے کے قیام کی راہیں ہموار ہوں گی اور عنقریب ایک وسیع وعریض خطے پر ایک عظیم ادارے کے قیام کی نوید سنی جا سکے گی۔ وما ھو علی اللہ بعزیز

اس وقت تمام اہل دانش جو تعلیم کے حوالے سے حساس ہیں اچھی طرح سمجھتے ہیں کہ پورے ملک میں مستحکم بنیادوں پر درس نظامی کے فاصلاتی نظام تعلیم کا کوئی انتظام نہیں۔ اس لیے ہم نے اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم اور اس کے حبیب علیہ الصلاۃ والسلام کی نظر رحمۃ للعلمین پر اعتماد کرتے ہوئے اس طرف قدم بڑھا دیا ہے۔

اس ادارے کو مرشد عوام وخواص وارثِ علوم اعلیٰ حضرت امام الفقہاء والمتکلمین تاج الشریعہ حضرت علامہ مفتی اختر رضا خاں ازہری علیہ الرحمۃ والرضوان کے نام سے منسوب کرتے ہوئے دل کی گہرائیوں میں ولولوں کی ایک دنیا آباد محسوس ہوتی ہے۔ کیونکہ ان کا شخصیت کا پورا تعارف ہی اس ادارے کا تعارف ہے۔ حضرت اہل سنت کی آبرو اور عہد اخیر میں حق و باطل کے درمیان خط امتیاز کی حیثیت رکھتے تھے، دینی اور مذہبی امور میں ان کا ایک خاص مزاج تھا جس میں وہ اپنے عہد کے دیگر تمام لوگوں سے ممتاز تھے، اسلام وسنیت اور مسلک اعلیٰ حضرت ہی ان کا تعارف تھا، دین کے معاملے میں کسی کا کچھ لحاظ نہ کرتے، تعلیماتِ رضا سے سر مو اختلاف کرنے والوں سے اپنی ناراضگی ظاہر کر دیتے تھے، بدمذہبوں کے معاملے میں خواہ کوئی ہو کبھی مصلحت اندیشی کو کام میں نہ لاتے تھے، مداہنت کا دور دور تک نشان نہ تھا۔ مصلحتیں ان کے نشان قدم کی تابع تھیں، جہاں کہیں پہنچ جاتے لگتا ہے ملاء اعلیٰ کے فرشتوں نے پورے خطے میں منادی کرا دی ہو کہ آؤ کم از کم رخ انور کا نظارہ کرتے جاؤ، جب مجمع میں جلوہ افروز ہوتے وقت کی رفتار تھم جاتی اور زائرین کے حواسِ خمسہ سمٹ کر آنکھوں میں آجاتے تھے، بس یہی حرص ہوتی کہ چہرۂ انور سے نظر نہ ہٹے، کسی مجمع میں ایسا نہ ہوا کہ وہ موجود رہے ہوں اور کوئی اور مرکز توجہ بن گیا ہو۔

علمی دھمک ایسی کہ عہد اخیر میں ان کے سوا کوئی اور اتنے علوم وفنون کا جامع نظر نہ آیا، خاص خاص میدان میں ماہرین کی کمی نہیں، لیکن

ہر میدان میں جس کا رہوارِ قلم سرپٹ دوڑتا ہو، جو ہر ہنگامۂ تدقیق میں عطر تحقیق نچوڑ کر سامنے رکھ دینے کا ہنر رکھتا ہو وہ صرف حضور تاج الشریعہ تھے، دنیا کے کسی گوشے میں ہوں زبان و بیان ان کے لیے رکاوٹ نہ تھے۔ عرب وعجم ان کا اپنا خطہ تھا، نظم ونثر دونوں میں مرد میدان تھے، ایک عظیم فقیہ ایک جلیل القدر محدث، صاحب طرز ادیب، صاحب دیوان شاعر، ایک سے زائد زبانوں میں شاعری کی، جب چاہا عربی میں قصیدہ لکھا، جب چاہا اردو یا فارسی میں نعت شریف لکھی۔ یہ تو علم وہنر میں ان کے کمالات کا آئینہ تھا۔ کیا ضرور کہ مملکت علم کا بادشاہ کردار وعمل کا بھی تاجور ہو، مگر حضور تاج الشریعہ میدان عمل میں بھی ممتاز تھے، ان کا عمل صرف فتویٰ کی حد تک محدود نہ تھا بلکہ تقویٰ اور ورع کو بھی ان پر ناز تھا، وہ جہاں تشریف رکھتے تھے گرد وپیش کا سارا ماحول شرعی ہو جاتا تھا، ایں قدر تا آں قدر سب آپ کے تقویٰ وطہارت و باطنی پاکیزگی کی گواہی دیتے ہیں۔ جسمانی کشش ایسی کہ جس نے ان کو ایک نظر دیکھا اب کوئی اور نگاہوں میں جچتا نہیں۔ اردو زبان میں ''نورانی چہرہ'' کی اصطلاح استعمال کی جاتی ہے، یہ لفظ اپنی تمام تر معنویت کے ساتھ بلا مبالغہ صرف ان کے رخ انور پر صادق آتا تھا۔ ان کے پیکر ناز پر قدرت ہمہ دم نور کی بارش کرتی تھی، ان کے علم وعمل، اور احتیاط فی الدین نے ہر دل پر ان کا رعب طاری کر دیا تھا۔ ملت کے ایسے رجل عظیم کے نام نامی سے نسبت اس ادارے کی کامیابی کی ضمانت ہے، اور تعلیماتِ رضا کی حدود وقیود کی غماز بھی۔

حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کی شخصیت کی جو عکاسی کی گئی وہ اسی لیے کہ ان کی برکتیں اس ادارے کو نصیب ہو جائیں اور یہ ادارہ مسلک اعلیٰ حضرت کا ترجمان بن کر قوم وملت کی خدمت انجام دے۔

اپنی نوعیت کا ملک کا یہ اولین ادارہ ہوگا، جس میں درس نظامی کی باقاعدہ آن لائن تعلیم ہوگی، اور کچھ اضافی مضامین بھی پڑھائے جائیں گے۔ اس کا نصاب ہمارے اہم اداروں کے نصاب کو سامنے رکھ کر تیار کیا جا رہا ہے، جس میں کچھ عصری مضامین بھی لازمی طور پر شامل کیے جائیں گے۔

کورس کی ترتیب: (۱) وسطانیہ (۲) فوقانیہ، (۳) عالمیت، (۴) فضیلت، (۵) تخصص۔ ہر کورس دو سال پر مشتمل ہوگا۔

داخلے کی اہلیت: بنیادی تعلیم ناظرہ قرآن، اردو لکھنا پڑھنا، ابتدائی فارسی وغیرہ۔ عمر دس سال سے کم نہ ہو، زیادہ کی قید نہیں۔

جو لوگ وقتی حالات کے سبب اپنے گھر سے سفر کر کے نہیں آ سکتے لیکن بعد میں آ سکتے ہیں وہ فی الحال آن لائن رجسٹریشن کرالیں، دو سال کا کورس کامیابی کے ساتھ مکمل کرنے والوں کو یہ سہولت دی جائے گی کہ وہ بغیر ٹسٹ آف لائن کلاس میں داخلہ لے سکتے ہیں۔ اور جو لوگ آن لائن ہی مکمل کرنا چاہیں وہ اسی طرح جاری رکھیں، لیکن ہم چاہیں گے کہ ایسے تمام طلباء جو درس نظامی آن لائن کورس میں داخلہ لینا چاہیں وہ آخر میں کم از کم دو سال درس گاہ میں حاضر ہو کر تعلیم مکمل کریں۔

علوم آلیہ میں نحو وصرف وبلاغت کے ساتھ عربی زبان وادب، انگریزی زبان وادب پڑھنے لکھنے اور بولنے پر کنٹرول دیا جائے گا، منطق وفلسفہ مبادیات سے متوسطات تک داخل ہوں گے، پھر ان کی جگہ عصری علوم فزکس، بائیولوجی، جغرافیہ، ریاضی اور تاریخ مبادیات سے متوسطات تک مختلف سالوں میں پڑھائے جائیں گے۔

دینی علوم میں اصول دین، علوم قرآن، علوم حدیث، فقہ واصول فقہ اور سیرت شامل ہوں گے۔ ان میں مرکزی مضامین کا درس کی ترتیب یوں ہوگی کہ تمام ابواب کا احاطہ ہو سکے۔ اور کسی موضوع طالب علم ناآشنا نہ رہے۔

ان مضامین کی تدریس کے لیے تربیت یافتہ باصلاحیت مدرسین کی ایک ٹیم ہوگی جنھیں آن لائن کلاس کے نشیب وفراز کا تجربہ ہوگا، درس میں حاضری اور مشق وتمرن کے لیے حکمت عملی تیار کی جائے گی، تاکہ طلبہ کے علمی نشو ونما میں فرق نہ پڑے، اور استعداد روز افزوں رہے۔

اس کا نصاب تعلیم جلد ہی ویب سائٹ پر اپلوڈ کر دیا جائے گا۔ داخلہ کے خواہش مند امیدوار ویب سائٹ سے ہی فارم داخلہ ڈاؤن لوڈ کر کے فارم بھر سکتے ہیں۔ اور اپنے سوالات کے لیے ملک کے مختلف خطوں میں موجود اس کے ترجمانوں سے رابطہ کر سکتے ہیں یا ای میل پر رابطہ کر سکتے ہیں۔

فارم پر نے کے لیے ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں۔ اور فارم بھر کر ای میل یا واٹس ایپ کر دیں۔ اس کے بعد دیگر تفصیلات بتا دی جائیں گی۔

یہ آن لائن ادارہ ملک و بیرونِ ملک کے مشہور دینی وعصری اداروں سے ملحق ہوگا۔

ذیلی پروگرام: اس کے متعدد ذیلی پروگرام ہیں جو ساتھ ساتھ جاری رہیں گے، مثلاً:

مختصر خصوصی کورس: جو دو سے آٹھ ہفتوں پر مشتمل ہوگا اور کسی ایک کتاب یا موضوع پر سیر حاصل درس ہوگا، مثلاً علم توقیت، علم میراث، علم کلام، اصولِ افتا، وغیرہ۔ اس کا اعلان ماہ بماہ ویب سائٹ اور سوشل میڈیا پر کیا جائے گا۔

تعلیمی ورک شاپ: مختلف شہروں میں یک روزہ، تین روزہ یا ہفت روزہ تعلیمی ورکشاپ کا انعقاد ہوگا، جہاں ہماری تربیتی ٹیم پہنچ کر منتخب عناوین اور موضوعات پر لکچرس اور ٹریننگ کا اہتمام کرے گی۔

شعبۂ نصاب تعلیم: ملک کے مختلف گوشوں میں جاری چھوٹے مدارس ومکاتب، ائمہ کورس، تعلیم بالغاں، اور تعلیم نسواں وغیرہ کے لیے جن حضرات کو اپنے علاقے کے تقاضوں کے مطابق نصابِ تعلیم کی ضرورت ہو ان کے لیے ہمارے پاس نصاب سازی کے ماہرین کی ٹیم موجود ہوگی، جو حسب ضرورت نصاب تیار کر کے دیں گے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو کامیابیوں سے ہمکنار فرمائے اور اس کے ذریعہ نئی نسل کی اچھی علمی تربیت انجام پائے۔ آمین

شانِ رسالت میں گستاخیاں اور ہماری ذمہ داریاں:

ملک اس وقت تاریخ کے نازک ترین دور سے گزر رہا ہے، پہلے گستاخانِ رسول منھ چھپائے پھرتے تھے، اب دندناتے پھرتے ہیں، پہلے گستاخی کرنے والے ہزار بار سوچتے تھے، کہیں سیاسی پناہ کے متلاشی ہوا کرتے تھے، اب گستاخی کے لیے میڈیا کے سامنے پریس کانفرنس کی جاتی ہے، عوامی مقامات پر مجمع لگایا جاتا ہے، پہلے گستاخی کرنے والے قانون کی گرفت سے بھاگے بھاگے پھرتے تھے، اب انھیں قانون کے رکھوالوں کی پشت پناہی حاصل ہوتی ہے، گستاخوں کی حفاظت کے لیے وکلا کی ٹیم تیار رہتی ہے، شانِ رسالت علی صاحبہا الصلاۃ والسلام میں اہانت آمیز بیانات سوشل میڈیا پر نشر کیے جاتے ہیں۔

گزشتہ دنوں دہلی پریس کلب کی میٹنگ میں جو کچھ ہوا، وہ ملک کی جمہوریت پر بدنما داغ ہے، ہر جگہ سے احتجاج ہو رہا ہے کہ نرسنگھانند سرسوتی کو گرفتار کیا جائے، مگر ایسے موقع پر نہ تو احترام مذاہب کا قانون نظر آتا ہے نہ لوگوں کے مذہبی جذبات کی قدر کرنے کا قانون یاد آتا ہے، نہ امن وامان کی صورت حال بگاڑنے اور حالات کنٹرول سے باہر کرنے کا کوئی الزام سامنے آتا ہے۔

نرسنگھا نند سرسوتی نے راجدھانی میں پہنچ کر اسلام اور پیغمبر اسلام صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حوالے سے جو غلاظتیں بکی ہیں وہ اس کے دماغ میں موجود خباثتوں کا ابال ہے۔ جہاد اور دیگر اسلامی نظریات سے متعلق جو غلط باتیں ان لوگوں کے ذہن میں بٹھادی گئی ہیں وہ نکلنے والی نہیں ہیں۔ان اوباشوں کی زبان سے گاہے گاہے جو کچھ نکلتا رہتا ہے وہ اس کی تمہید ہے جو ان کے سینوں میں چھپا ہوا ہے، یہ غیر سنجیدہ زبان ان کے سنجیدہ ان کے سنجیدہ افراد کی منصوبہ بندی کی عکاس ہے۔ایک عام بھارتی کی زبان پر یہ سوال ہے کہ ایک مذہب اور اس کے پیغمبر کے خلاف کھلے عام بکواس کرنے کی ہمت کیسے ہوئی؟ اور اس پر قانون کے ٹھیکیداروں نے نوٹس کیوں نہ لیا؟ ایک مذہب کے پیروکاروں کے مذہبی جذبات سے کھلواڑ کرنے کی اجازت کیوں دی گئی؟ ملک آخر کس سمت جا رہا ہے؟ ان گستاخوں کی پشت پناہی کون کر رہا ہے؟ اگر در پردہ ان کی پیٹھ تھپتھپانے والا کوئی نہیں تو اس کے لیے دہلی کی سرزمین کا انتخاب کیوں کیا گیا؟ جہاں پارلیامنٹ، سپریم کورٹ اور ہائی کورٹ سب کچھ ہے، جہاں کی پولیس ملک کی متحرک اور فعال پولیس مانی جاتی ہے، جہاں پوری دنیا کے سفارت خانے موجود ہیں۔

ان حالات میں ہمیں موجودہ حکومت سے امید لگانا بیکار ہے، کہ وہ مسلمانوں کی جذبات کی قدر کرے گی، اور ناموسِ رسالت کے تحفظ کے تئیں اس کا کوئی منتری کچھ نام کو ہی ٹوٹے پھوٹے الفاظ بول دے گا، یا مسلمانوں کے زخمی دلوں پر کوئی مرہم رکھ دے گا۔اب مسلمانوں کو خود ہی اپنی آواز پوری قوت کے ساتھ اٹھانی ہوگی، مسلمانوں کی خاموشی کے سبب ان لوگوں نے ہمارے جذبات کے ساتھ بہت کھیل کرلیا، اب مسلمانوں کو اپنے مذہب کی حفاظت کے لیے بھارت کے آئین میں دیے گئے حقوق کو ہر حال میں حاصل کرنے کی کوشش کرنی ہے، مسلم تنظیمیں، مذہبی قائدین، سیاسی قائدین ہر سطح سے اپنے حق کی لڑائی لڑیں تو ہی کچھ ممکن ہے، ورنہ یہ سلسلہ یوں تھمنے والا نہیں۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ناموس کے لیے مسلمان کس قدر جذباتی ہوتے ہیں یہ پوری دنیا کو معلوم ہے، پھر بھی رہ رہ کر اسی نام کے ساتھ توہین آمیز رویہ اختیار کر کے شدت پسند ہندو تنظیمیں آخر کیا پیغام دینا چاہتی ہیں؟

مجھے اپنی قوم سے عرض کرنا ہے کہ ناموسِ رسالت کی پاسبانی کا فریضہ کچھ اختلافی نہیں ہے، انھیں کی عزت سے ہماری عزت ہے، انھیں کا نام ہماری جان، ہمارا ایمان اور ہماری آبرو ہے۔یہی نام ہے جس نے پوری ملت کو جوڑ رکھا ہے، اسی نام سے مسلمانوں کے خون میں حرارت پیدا ہوتی ہے، اور حوصلے آسمان سے باتیں کرتے ہیں، اسی نام نے عرب کے مٹھی بھر جانبازوں کو وہ جذبۂ فراواں عطا کیا تھا جس سے سرشار ہو کر انھوں نے قیصر و کسریٰ کے ایوانوں کو زیر نگیں کرلیا تھا۔آج ضرورت ہے کہ بھارت کے سنی مسلمان اسی نام پر اٹھ کھڑے ہوں۔مرکز اہل سنت بریلی شریف سے شیر اعلیٰ حضرت جانشین تاج الشریعہ حضرت قائد ملت نے صدائے احتجاج بلند کردی ہے، تحریک فروغ اسلام نے بھی اس میدان میں قدم رکھ دیا ہے، دیگر سنی تنظیمیں بھی بیدار ہو چکی ہیں، آیئے، انھیں کے ساتھ شانہ سے شانہ اور قدم سے قدم ملا کر اس سمت پیش قدمی کریں، قائدین لائحہ عمل طے کریں گے، ہمیں ان کے پیچھے چلنا ہے، آگے اللہ حافظ و ناصر ہوگا۔

فیضان المصطفیٰ قادری

Faizanulmustafa@yahoo.com

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

شرعی مسائل

مفتی فیضان المصطفیٰ قادری

روزے کے مسائل

روزے کی حالت میں ٹوتھ پیسٹ لگانے کا حکم:

سوال (۱) زید ایک کمپنی میں کام کرتا ہے، دن بھر اس کو مختلف لوگوں سے ملاقاتیں کرنی ہوتی ہیں، جس میں اس کے سینئر اور جونیر کے ساتھ کچھ کلائنٹس بھی ہوتے ہیں، بحالت روزہ منہ سے بو آتی ہے تو میٹنگ کے دوران زید کو شرمندگی کا سامنا کرنا ہوتا ہے، کیا زید روزہ کی حالت میں ٹوتھ پیسٹ کرسکتا ہے؟

الجواب: منہ کی ہلکی بو محض کلی کرنے سے جاتی رہے گی، بہتر ہے کہ مذکورہ صورتِ حال میں زید روزہ کی حالت میں میٹنگ سے پہلے مسواک کرلیا کرے، حدیث پاک میں ہے: السواک مطهرة للفم مرضاة للرب ۔ (سنن نسائی کتاب الطہارۃ باب الترغیب فی السواک، ج ۱ ص ۳) مسواک منہ کی پاکیزگی اور رضائے الٰہی کے حصول کا ذریعہ ہے۔ اس میں سنت کریمہ پر عمل کا ثواب بھی ملے گا۔

روزے کی حالت میں منجن، ٹوتھ پیسٹ سے احتراز کرنا چاہیے، کہ اس کے باریک ذرات لعاب کے ساتھ حلق سے اتر گئے تو روزہ ٹوٹ جائے گا، اور نہ اترے تو بھی اس میں ملائی گئی خوشبو روزے کی کراہت کا باعث ہے۔ فتاویٰ رضویہ شریف میں ہے:

''منجن ناجائز وحرام نہیں جب کہ اطمنان کافی ہو کہ اس کا کوئی جز حلق میں نہ جائے گا، مگر بے ضرورت صحیحہ کراہت ضرور ہے، درمختار میں ہے: کرہ له ذوق شیء'' (فتاویٰ رضویہ مترجم ۱۰/ ۵۵۱)

اسی میں ہے: روزہ میں منجن ملنا نہ چاہیے۔ (فتاویٰ رضویہ مترجم ۱۰/ ۵۱۱) واللہ تعالیٰ اعلم

☆☆☆

شوگر یا کسی مرض میں روزہ رکھنا مشکل ہوجائے تو کیا کرے؟

سوال (۲) شوگر کے مریض یا کسی اور طرح کا مرض جس میں روزہ رکھنا مشکل امر ہے ایسے مریضوں پر کیا حکم ہے؟

الجواب: ایسے مرض جن کے سبب روزہ رکھنا مشکل ہوجائے یعنی جان پر بن پڑے یا مرض بڑھنے یا دیر میں اچھا ہونے کا صحیح اندیشہ ہو تو ایسے مریض کو اجازت ہے کہ روزہ نہ رکھے، اور جب مرض سے افاقہ ہوجائے تو فوت شدہ روزوں کی قضا کرے۔ فتاویٰ ہندیہ میں ہے:

المریض اذا خاف علی نفسه التلف او ذهاب عضو یفطر بالاجماع وان خاف زیادة علة وامتداده فکذلک عندنا وعلیه القضاء اذا افطر کذا فی المحیط. (عالمگیری ۱/ ۲۰۷)

اور مرض ایسا ہے کہ آئندہ افاقہ کی کوئی امید نہیں تو ایسا مریض شیخ فانی کے حکم میں ہے، وہ اپنے روزوں کا فدیہ دے۔ ہاں اللہ تعالیٰ نے اسے جب کبھی شفا دیدی تو اب اسے پچھلے تمام چھوٹے ہوئے روزوں کی قضا کرنی ہوگی۔ ادا کردہ فدیہ کافی نہ ہوگا۔ فتاویٰ ہندیہ میں ہے: ولو قدر علی الصیام بعد مافدی بطل حکم الفداء الذي فداه حتی یجب علیه الصوم . (علمگیری ۱/ ۲۰۷) واللہ تعالیٰ اعلم۔

☆☆☆

کیا دمہ کا مریض روزے میں انہیلر لے سکتا ہے ؟

سوال (۳) دمہ کا مریض جس کو ہر تھوڑی دیر بعد انہلر استعمال کرنا پڑتا ہے کیا وہ انہیلر استعمال کرسکتا ہے؟ کیا انہیلر سے روزہ ٹوٹ جائے گا؟

الجواب: دمہ (Asthma) کا مریض جو انہیلر لیے بغیر نہ رہ سکے اس کے لیے شرعاً انہیلر (inhaler) (ناک سے چڑھانے والی دوا) لینے کی اجازت ہے، لیکن اس سے اس کا روزہ ٹوٹ جائے گا، درمختار میں ہے: مفاده انه لو ادخل حلقه الدخان افطر اي دخان کان ولو عوداً او عنبراً لو ذاکراً لامکان

التحرز عنہ ۔(درمختار۱/۱۷۲)اسی میں ہے:او استعط فی انفہ شیئاً ۔(درمختار۱/۳۷۳)

دمے کا مریض جو انہیلر کے بغیر نہ رہ سکے اسے افطار کی اجازت ہے، صحت یابی کی کوئی امید نہ ہوتو روزوں کا فدیہ دے۔اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:وعلی الذین یطیقونہ فدیۃ طعام مسکین ۔ پھر کبھی افاقہ ہوجائے تو پچھلے تمام روزوں کی قضا کرے۔واللہ تعالیٰ اعلم

☆☆☆

کیا انجکشن لگانے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے؟

سوال (۴) روزے کی حالت میں انجکشن لگوانے کا کیا حکم ہے، جبکہ بحالت روزہ بعض اوقات انجکشن لگوانا مضر ثابت ہوتا ہے،

الجواب: روزے کی حالت میں انجکشن لگوانا اگر طبی ضرورت کے پیش نظر بطورِ دوا ہوتو حرج نہیں، اس سے روزہ فاسد نہیں ہوگا۔ حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

''فی الواقع انجکشن سے روزہ فاسد نہیں ہوتا، کیوں کہ انجکشن سے دوا جوف میں نہیں جاتی''۔(فتاویٰ مفتی اعظم ۳/۳۰۲)واللہ تعالیٰ اعلم

☆☆☆

کان یا آنکھ میں دوا ڈالنے سے روزہ ٹوٹتا ہے یا نہیں؟

سوال (۵) کان میں تیل ڈالنے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے لیکن آنکھ میں دوا ڈالنے سے نہیں ایسا کیوں۔؟

الجواب: فقہائے حنفیہ نے صراحت کی ہے کہ کان میں دوا ڈالنے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے اور آنکھ میں دوا ڈالنے سے نہیں ٹوٹتا، جیسا کہ متون وشروح وفتاویٰ میں ہے۔

چنانچہ عالمگیری میں ہے:اقطر فی اذنہ دھناً افطر ولا کفارۃ علیہ ھکذا فی الھدایۃ ولو دخل الدھن بغیر صنعہ فطرہ . (عالمگیری۱/۲۰۴)

درمختار میں ہے:او اکتحل اواحتجم وان وجد طعمہ فی حلقہ . (ردالمحتار۳/۳۶۷)

ایسا اس لیے ہے کہ جو بھی مفطر شرعی خارج بدن سے براہِ منفذ جوفِ بدن میں داخل ہوگا اسی سے روزہ ٹوٹتا ہے۔

کان میں تیل ڈالنے سے روزہ اس لیے ٹوٹ جاتا ہے کہ کان کا اندرونی حصہ شرعاً جوفِ بدن کے حکم میں ہے۔ اور آنکھ میں دوا ڈالنے سے اس لیے نہیں ٹوٹتا کہ آنکھ جوفِ بدن کے حکم میں نہیں۔ اور آنکھ میں ڈالی گئی دوا کا جو اثر حلق میں محسوس ہوتا ہے وہ کسی منفذ سے نہیں بلکہ مسام سے سرایت کرتا ہے۔ چنانچہ علامہ شامی ردالمحتار میں ''وان وجد طعمہ فی حلقہ'' کے تحت لکھتے ہیں:

لأن الموجود فی حلقہ اثر داخل من المسام الذي ھو خلل البدن ، والمفطر انما ھو الداخل من المنافذ، للاتفاق علی ان من اغتسل فی ماء فوجد بردہ فی باطنہ انہ لایفطر . (ردالمحتار۳/۳۶۷)یعنی حلق میں جو اثر ہوتا ہے وہ مسام سے داخل ہوتا ہے جو کہ خلل بدن ہے، اور روزہ اس سے ٹوٹتا ہے جو براہ منفذ داخل ہو، کیوں کہ اس بات پر اتفاق ہے کہ جو شخص پانی میں غسل کرے اور اس کی ٹھنڈک اپنے پیٹ میں محسوس کرے اس کا روزہ نہیں ٹوٹتا۔

آنکھ اور حلق کے مابین کوئی منفذ نہیں، بلکہ اتنی باریک نلیاں ہیں جو مسام کی حیثیت رکھتی ہیں، ایسا ہی جدید فن تشریح الاعضا(Anatomy) سے واضح ہے۔واللہ تعالیٰ اعلم

افطار کی دعا افطار سے پہلے پڑھے یا بعد افطار؟

سوال(۶) مغرب کی اذان ہوگئی، اب پہلے افطار کرے یا افطار کی جو دعائیں مسنون ہیں وہ پڑھے؟ چونکہ بعض لوگوں کو دیکھا گیا ہے کہ وہ لمبی لمبی دعائیں کرتے ہیں اور پھر افطار کرتے ہیں، کیا حکم ہے؟

الجواب: آفتاب غروب ہوتے ہی پہلے کھجور یا پانی سے روزہ افطار کرے پھر افطار کی مسنون دعا پڑھے۔ امام اہل سنت اعلی حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:''مقتضائے دلیل یہ ہے کہ یہ دعا روزہ افطار کر کے پڑھے''۔(فتاویٰ رضویہ۱۰/۶۳۴)

افطار سے قبل لمبی دعائیں اگر غروبِ آفتاب سے قبل بطور فاتحہ وذکر ودعا کی جائیں تو حرج نہیں، کہ ذکر ودعا مطلقاً من جملہ مرغوبات سے ہے، لیکن غروب کے بعد اتنی لمبی دعا کرنا جو افطار میں تاخیر کی موجب ہو کراہت سے خالی نہیں کہ غروب کے بعد افطار میں تاخیر مکروہ ہے، اور افطار کی دعا افطار کے بعد کرے کہ اس کا محل بعد افطار ہے نہ کہ قبل افطار، کما حققہ الامام احمد رضا قدس

سرہ في فتاواہ ۔واللہ تعالیٰ اعلم

☆☆☆

روزے کی حالت میں کرونا ٹیسٹ کا حکم:

سوال (۷): روزے کی حالت میں کرونا ٹیسٹ کرانے سے کیا روزہ ٹوٹ جائے گا؟ سنا گیا ہے کہ کرونا ٹیسٹ کے لیے روئی میں کسی قسم کی دوا لگا کر حلق یا ناک کے بالکل اندر سے گیلی رطوبت نکالی جاتی ہے۔

الجواب: اگر کرونا ٹیسٹ کا طریقہ وہی ہے جو سوال میں مذکور ہے تو ایسا ٹیسٹ افطار کے بعد کرائے، روزے کی حالت میں نہ کرائے، کہ اس کی دوا ناک یا منھ کے راستے کسی قدر بھی حلق سے اتری تو روزہ ٹوٹ جائے گا۔ عالمگیری میں ہے:ولو ادخل اصبعه في استه اوالمرأة في فرجها لايفسد وهو المختار الا اذا كانت مبتلة بالماء او الدهن فحينئذ يفسد لوصول الماء او الدهن ۔(عالمگیری ۱/۲۰۴) جب نچلے منفذ میں پانی یا تیل سے تر انگلی داخل کرنے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے تو حلق میں دوا کے ساتھ روئی داخل کرنے سے بدرجہ اولیٰ ٹوٹے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

☆☆☆

کیا شوال کے نفلی روزوں سے فوت شدہ روزوں کی تلافی ہوسکتی ہے؟

سوال (۸) شوال کے چھ روزوں کے کیا فضائل ہیں؟ جس کے فرض روزے قضا ہوں اس کو شوال کے چھ نفلی روزے رکھنا درست ہے؟ کیا یہ نفلی روزے اس کے قضا فرض روزوں کی بھرپائی کر سکتے ہیں؟

الجواب: شوال کے چھ روزوں کی فضیلت حدیث شریف سے ثابت ہے، ارشاد ہے کہ جس نے عید الفطر کے بعد چھ روزے رکھ لیے تو اس نے پورے سال کا روزہ رکھا۔ (بہار شریعت پنجم ۱۳۷، السنن الکبریٰ للنسائی باب صیام ستۃ ایام من شوال۔ ج ۲ ص ۱۶۲)

حدیث: جس نے رمضان کے روزے رکھے پھر اس کے بعد چھ دن شوال میں رکھے تو گناہوں سے ایسے نکل گیا جیسے آج ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا ہے۔ (بہار شریعت پنجم ۱۳۷، المعجم الاوسط ج ۶ ص ۲۳۴)

جس کے فرض روزے چھوٹ گئے وہ بھی شوال کے چھ نفلی روزے رکھ سکتا ہے۔ ہاں اس کے لیے اہم یہ ہے کہ پہلے چھوٹے ہوئے فرض روزوں کی قضا کرے، خصوصاً جب اس کو اندازہ ہو کہ روزوں کا تسلسل ٹوٹنے پر روزہ رکھنے میں دشواری ہوتی ہے۔

نفل کی نیت سے رکھے گئے ان روزوں سے فوت شدہ فرض روزوں کی قضا نہ ہو سکے گی۔

اگر وہ شوال کے نفلی روزے رکھا کرتا تھا اس بار رمضان شریف کے کچھ روزے چھوٹ گئے تو اس بار شوال میں فرض روزوں کی قضا کی نیت کر لے اور ساتھ ہی شوال کے نفلی روزوں کی نیت بھی کر لے تو رحمت الٰہی سے توقع ہے کہ قضا کے ساتھ شوال کے روزوں کی فضیلت بھی حاصل ہو جائے گی، حموی علی الاشباہ میں ہے:فـــي فتح القدير صام في يوم عرفة مثل قضاء أو نذر أو كفارة ونوى معه الصوم عن يوم عرفة افتى بعضهم بالصحة والحصول عنهما۔(حموی علی الاشباہ ۱/۱۵۰)

محض شوال کے نفلی روزوں کی نیت سے یہ روزے رکھے تو اس سے چھوٹے ہوئے فرض روزوں کی قضا نہ ہو سکے گی، حدیث شریف میں ہے: انما الاعمال بالنيات۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ

فقیر فیضان المصطفیٰ قادری غفرلہ

۱۴/شعبان المعظم ۱۴۴۲ھ

تراویح کے مسائل

ثبوت رویت کے انتظار میں تراویح نہ پڑھنے کا مسلہ:

سوال (۹) عید کا چاند شہر میں نظر نہ آیا، دوسرے شہر میں نظر آ گیا، مگر شہادت وصول کرنے میں تقریبا چار پانچ گھنٹے یا اس سے بھی زیادہ وقت لگ سکتا ہے، ایسے میں اگر جان بوجھ کر تراویح نا پڑھی تو کوئی شرعی پکڑ ہے؟

الجواب: عید کا چاند اپنے شہر میں نظر نہ آیا اور دیگر ذرائع سے دوسرے مقامات پر نظر آنا معلوم ہوا، اور شہادت کی وصولی میں چند گھنٹے لگنے کا اندازہ ہو اس صورت میں بھی تراویح چھوڑنے کی اجازت نہیں، کیا معلوم گواہ قابل قبول ہو نہ ہو، یا کوئی ایسا عارضہ لاحق ہو جائے جس سے وہ شہادت لائق رد ہو جائے۔ تراویح سنت موکدہ

ہے، اگر جان بوجھ کر نہ پڑھی برا کیا، اور جب تک شوال کی رویت ہلال شرعی طور پر متحقق نہ ہوجائے تراویح ساقط نہ ہوگی، یہ اندازہ کہ چند گھنٹوں کے بعد شہادت آرہی ہے، تراویح ساقط نہ کردے گا۔ ہاں اگر شہادت کے انتظار میں تراویح میں قدرے تاخیر کرے جو کسی دیگر شرعی حکم میں کوتاہی کا سبب نہ ہو تو حرج نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

تراویح میں آیت سجدہ پر سجدۂ تلاوت کرنا رہ گیا تو کیا کریے؟

سوال (۱۰) تراویح کی چھٹی رکعت میں حافظ صاحب نے آیت سجدہ تلاوت کی، مگر سجدۂ تلاوت کرنا بھول گئے، اور نماز مکمل کر کے سلام بھی پھیر دیا، پھر یاد آیا کہ سجدۂ تلاوت تو کیا ہی نہیں، اب کیا کریں؟

الجواب: جو آیتِ سجدہ نماز میں تلاوت کی گئی اس کا سجدہ نماز ہی میں ادا کرنا واجب ہے، بیرون نماز نہیں ہوسکتا۔ لہٰذا اگر نماز میں سجدۂ تلاوت بھول گیا تو جب تک نماز یا حرمتِ نماز میں ہے سجدۂ تلاوت کر لے، اور آخر میں سجدۂ سہو کرے، اگر چہ نماز مکمل کر کے سلام پھیر چکا ہو، جب تک کوئی اور عمل منافیِ صلاۃ نہ کیا ہو۔

بہارشریعت میں ہے: سجدۂ تلاوت نماز میں فوراً کرنا واجب ہے تاخیر کرے گا گنہگار ہوگا، اور سجدہ کرنا بھول گیا تو جب تک حرمت نماز میں ہے کر لے اگر چہ سلام پھیر چکا ہو اور سجدۂ سہو کرے۔ (بہارشریعت ۴/۶۹)

درمختار و ردالمحتار میں ہے: فان کانت صلویة فعلی الفور، ویاثم بتاخیرها ویقضیها ما دام فی حرمة الصلاة ولو بعد السلام ای ناسیاً مادام فی المسجد ۔ (ردالمحتار ۲/۵۸۴) واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ

فقیر فیضان المصطفیٰ قادری غفرلہ

۱۶/شعبان المعظم ۱۴۴۲ھ

زکاۃ کے مسائل

بیع کے بعد مال مبیع کی زکاۃ مشتری پر ھے یا قابض پر؟

سوال (۱۱) زید نے سونار کے یہاں سے پینتیس ہزار روپے کا سونا خریدا، مگر محض پندرہ ہزار روپے دیے اور بیس ہزار ادھار رہا، سونار نے زید سے کہا کہ بقیہ بیس ہزار جب دے دینا تو یہ سونا لے جانا۔ عمرو نے کچھ دنوں بعد وہ بیس ہزار روپے سونار کو ادا کیے اور سونا اپنے قبضے میں لے لیا، اب عمرو زید سے کہتا ہے کہ جب وہ بیس ہزار مجھے دے دینا تو یہ سونا میرے پاس سے لے جانا۔

(الف) کیا اس طرح کی بیع جائز ہے؟ (ب) عمرو اگر یہ کام زید کی اجازت سے کرے یا ازخود کرے دونوں صورتوں میں سونے کی ملکیت کس کے حق میں رہی؟

(ج) کیا زید عمرو کا بیس ہزار روپیہ کا مقروض ہے؟

(د) سونے کی زکوۃ کس پر واجب ہے زید پر یا عمرو پر؟

الجواب: (الف) یہ بیع جائز ہے، زید نے سونے کے ثمن سے کچھ رقم ادا کی، باقی رقم کی ادائیگی پر مبیع پر قبضہ طے پایا اس میں کوئی حرج نہیں، کیونکہ بائع کو پورا ثمن وصول کرنے سے پہلے حبس مبیع کا حق ہے۔ عمرو اگر اس بیع میں محض فضولی ہے تو باقی رقم دے کر اس کا سونے پر ایسا قبضہ کرنا تعدی ہے، نہ بائع کو حق ہے کہ باقی رقم کسی اور سے لے کر مبیع اُس کے حوالے کر دے، مگر جب کہ عمرو زید کا وکیل یا کفیل ہو۔

(ب) عمرو نے یہ کام زید کی اجازت سے کیا یا بلا اجازت' دونوں صورتوں میں اس کی ملکیت زید ہی کے حق میں ثابت ہے، کہ وہی حقیقت میں مشتری ہے۔

(ج) ہاں مذکورہ صورت میں بیس ہزار روپے جو عمرو نے ادا کیے وہ زید کے ذمہ دین ہیں، مگر یہ کہ عمرو نے تبرعاً وہ رقم ادا کی ہو۔

(د) اس سونے کی زکاۃ زید پر ہے، کہ وہی اس کا خریدار اور مالک ہے، اس پر عمرو کا قبضہ قبضۂ امانت ہے، نہ کہ قبضۂ مالکانہ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

ایف ڈی، ایل آئی سی وغیرہ کی رقم پر زکاۃ کا حکم

سوال (۱۲) فکس ڈپوزٹ، ایل آئی سی، پی پی ایف، بسی میں جمع کی ہوئی رقم، اور قرض میں دی ہوئی رقم، پر زکوۃ کا کیا حکم ہے؟

الجواب: فکس ڈپوزٹ، ایل آئی سی، جی پی ایف یا بسی میں جمع کی ہوئی رقم کی شرعی حیثیت دیے گئے قرض کی ہے، اگر قدرِ نصاب کو پہنچے تو اس پر سال بسال زکاۃ واجب ہوتی رہے گی، ہاں اس کی زکاۃ کی ادائیگی اس وقت واجب ہے جب کہ اس کا بیس فیصد وصول ہوجائے، اور جس

قدر وصول ہوا اسی قدر کی زکاۃ ادا کرنی لازم ہے، ہاں پوری جمع شدہ رقم کی زکاۃ سال بسال ادا کرتا رہے تو بہتر ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

فلیٹ کی قسط وار جمع کردہ رقوم پر زکاۃ کون اداکرے؟

سوال (۱۳) کچھ شہروں میں فلیٹ بکنگ کے وقت کچھ رقم جمع کی جاتی ہے، عمارت تعمیر ہونے میں تقریبا تین سال لگتے ہیں، اور فلیٹ کی مکمل رقم قسطوں میں جمع کی جاتی ہے، جب تمام رقم یا اس کا اکثر حصہ جمع کردیا جاتا ہے تو رجسٹری کا کام انجام دیا جاتا ہے، سوال یہ ہے کہ تین سال تک جمع کی گئی رقم پر کیا زکوۃ واجب ہے؟

الجواب: فلیٹ کی خریداری میں جو رقم قسطوں میں ادا کی جاتی ہے وہ فلیٹ کا ثمن ہے، فلیٹ اگرچہ ابھی تیار نہ ہوا مگر فلیٹوں کی اس مروّجہ خرید وفروخت میں عوام وخواص کا تعامل ہو چکا ہے، اس لیے یہ بیع بیع استصناع قرار پائے گی، لہٰذا ادا کردہ رقم اس فلیٹ کا ثمن ہے، جو خریدار کی ملکیت سے نکل کر بائع کی ملکیت میں داخل ہو چکی ہے، اس لیے اس رقم کی زکاۃ فلیٹ کے خریدار پر نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کیا رمضان شریف زکاۃ نکالنے کا مہینہ ہے؟

سوال (۱۴): بہت سے مسلمان رمضان شریف کو زکاۃ نکالنے کا مہینہ سمجھتے ہیں کہ زکاۃ اسی میں نکالی جاسکتی ہے، یا نکالی جاتی ہے، اگرچہ کسی اور مہینے میں اس کا مالی سال پورا ہوا ہو، اس کا شرعی حکم کیا ہے؟

جواب: زکاۃ کے وجوبِ ادا کا وقت حولانِ حول ہے خواہ کسی ماہ کسی دن ہو جائے، اور اعتبار قمری سال کا ہے، حولانِ حول سے مراد یہ کہ جس دن جس وقت قدرِ نصاب مال حاصل ہوا آئندہ سال ٹھیک اُسی دن اُسی وقت سال تمام ہوگا اور زکاۃ کی ادائیگی واجب ہو جائے گی۔ زکاۃ کا وجوب وجوب علی الفور ہے، جس میں بلا وجہ تاخیر گناہ ہے، بہار شریعت میں ہے: ادا میں تاخیر کرنے والا گنہگار مردود الشہادۃ ہے۔ (بہار شریعت ۵/۱۰)

فتاویٰ رضویہ میں ہے: مذہب صحیح ومعتمد ومفتی بہ پر زکاۃ کا وجوب فوری ہے، جس میں تاخیر باعث گناہ۔ (فتاویٰ رضویہ مترجم ۱۰/۷۶)

لہٰذا مثلاً کوئی شخص اس سال ماہِ رجب کی پندرہویں تاریخ کو مالک نصاب ہوا تو دیگر شرائط وجوبِ زکاۃ کے ساتھ اگلے سال رجب کی پندرہ تاریخ کو ہی زکاۃ کی ادائیگی واجب ہو جائے گی، پھر بلا سبب زکاۃ کی ادائیگی کو رمضان شریف تک موخر کرنا درست نہیں۔ لہٰذا یہ سمجھنا کہ حولانِ حول کبھی ہو جائے رمضان شریف میں ہی زکاۃ دینی ہے غلط ہے۔

ممکن ہے رمضان شریف میں زکاۃ وصدقات کی ادائیگی کا عوامی مزاج اس بنا پر ہوا کہ حدیث شریف سے ثابت ہے کہ ماہِ رمضان میں نفلی عبادت دیگر مہینوں کے فرض کی طرح اور فرض دیگر مہینوں کے ستر فرض کی طرح ہے، (بہار شریعت جلد پنجم صفحہ ۹۲) لیکن کسی فضیلت کے حصول کے لیے منہیات کا ارتکاب درست نہیں، **فان درء المفاسد اولیٰ من جلب المصالح**۔ ہاں ادائیگیٔ زکاۃ میں تاخیر سے بچنے کے ساتھ ماہِ رمضان کی فضیلت حاصل کرنے کی ایک صورت یہ ہے کہ صاحبِ نصاب شخص اِس رمضان میں اپنے آئندہ مالی سال کی زکاۃ قبل از وقت ادا کردے، کہ نصاب کی موجودگی میں پیشگی زکاۃ ادا کی جاسکتی ہے، بایں طور کہ ایک اندازے سے آئندہ سال کی زکاۃ اِس ماہِ رمضان میں ادا کردے، پھر آئندہ جس ماہ جس دن اس کا مالی سال تمام ہو اس وقت اپنی زکاۃ کا حساب کرلے، اگر پوری ادا ہو چکی فبہا، کم ادا ہوئی تو اب باقی فوراً ادا کردے، اور زیادہ دیدیا تھا تو قدرِ زائد کو آئندہ کے حساب میں رکھ لے۔ کسی مصلحت سے ادائے زکاۃ میں تاخیر کے متعلق امام اہل سنت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ فرماتے ہیں: جنھیں یہ خیال ہوں ان کے لیے راہ یہی ہے کہ زکاۃ پیشگی ادا کریں۔ مثلاً ماہ مبارک رمضان میں ان پر حولان حول ہوتا ہے تو رمضان ۸ھ کے لیے شوال ۷ھ سے دینا شروع کریں اور ختم سال تک بتدریج حسب رائے ومصلحت دیتے رہیں کہ اس میں ان کے مقاصد بھی حاصل ہوں گے اور تدریج مذموم وممنوع سے بھی بچیں گے۔ (فتاویٰ رضویہ مترجم ۱۰/۸۴) واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ

فقیر فیضان المصطفیٰ قادری غفرلہ

۲۵ر شعبان المعظم ۱۴۴۲ھ

☆☆☆☆☆☆☆☆☆

روزہ پرہیزگاری کا موثر ترین ذریعہ

﴿لعلکم تتقون﴾

مولانا نوید اختر امجدی (سری لنکا)

ماہ رمضان المبارک نیکیوں کا مہینہ ہے، رحمتوں کی موسلادھا بارش کا موسم ہے، اس پاک مہینے میں نعمتوں اور برکتوں کے نزول کا مژدہ سنایا گیا ہے، عقل وشعور سے آراستہ نفوس اس کی ہر ساعت کی قدر کرتے ہیں، فکری بالیدگیوں سے مزین اشخاص برسنے والی خاص رحمتوں سے حصہ حاصل کرتے ہیں، کیا ہم کیا آپ، کیا مسلم کیا غیر مسلم، سبھی اپنی طاقت بھر اس مبارک مہینے کا احترام کرنے میں کوئی کسر باقی نہیں رکھتے، وہ شخص بڑا ہی ناقدرا شمار کیا جائے گا جو اس مبارک مہینے کی ساعتیں دیکھے اور اپنی تربیت نا کرے، اپنی تربیت خود کرنے کا سلیقہ سکھاتا ہے یہ، جس طرح سونا آگ میں جلنے سے چمک اٹھتا ہے اسی طرح ماہ رمضان کا روزہ دار موسمی گلاب کی طرح شادابی کی دبیز چادر کو اوڑھ کر کھل اٹھتا ہے، اس کا ہر دن انوار و برکات سے بھرا ہوا ہے، اور ہر رات تجلی خاص اور برکتوں سے لبریز ہے، اس ماہ مبارک کی اہمیت کو بس اتنا ہی کافی تھا کہ نبی کریم ﷺ اس کا استقبال کرتے ہوئے اپنے صحابہ کو تلقین فرماتے ہیں کہ "**یـا ایھـا النـاس قد اظلکم شھر عظیم، شھر مبارک، شھر فیه لیلة خیر من الف شھر الخ .رواہ البیھقی بحواله مشکوۃ**"

اے لوگوں تم پر عظمت والا مہینہ سایہ فگن ہو گیا ہے، برکت والا مہینہ ہے، جس کی ایک رات ایسی ہے جو ہزار راتوں سے بہتر ہے، جس کے روزے اللہ نے فرض کیے۔

کیا خوبصورت بیان ہے، یہ نا فرمایا کہ '**جـاء شھـر عـظیم**" عظمت والا مہینہ آ گیا، بلکہ فرمایا **قد اظلکم شھر عظیم** " سایہ فگن ہو گیا، کوئی سایہ دار درخت جس کی ٹھنڈی چھاؤں میں مسافر رک کر سورج کی تپش سے خود کو محفوظ کر لیتا ہے ایسے ہی رمضان مبارک مومن کو اپنے سایہ میں لے کر دنیوی واخروی عذاب سے بچالیتا ہے۔

ماہ صیام کی عظمتوں کا ایک جلوہ اور دیکھیں: "**من تـقـرب فیـه بـخـصـلـة مـن الخیر کان کمن ادی فریضة فیما سواہ، ومن ادی فیـه فـریـضـة کـان کمن ادی سبعین فریضة فیما سواہ" رواہ ابن خزیمة والبیھقی**

جس نے رمضان میں کوئی نفلی نیکی کا کام کیا اسے اس شخص جیسا ثواب ملے گا جس نے رمضان کے علاوہ میں فرض ادا کیا، اور جس نے اس میں فرض ادا کیا وہ اس شخص کی طرح ہے جس نے رمضان کے علاوہ میں ستر فرض ادا کیے، اسے ابن خزیمہ اور بیہقی نے روایت کیا۔

قرآن پاک کا فرمان: **یا ایھا الذین آمنوا کتب علیکم الصیام کما کتب علی الذین من قبلکم لعلکم تتقون** (البقرہ آیت ۱۸۳)

اے ایمان والو تم پر روزے فرض کیے گئے جیسے اگلوں پر فرض ہوئے تھے، کہ کہیں تمہیں پرہیزگاری ملے (کنز الایمان)

بنیادی طور پر آیت مذکورہ میں تین امور کا بیان ہوا، تم پر روزے فرض کیے گئے، تم سے اگلوں پر روزے فرض تھے، تاکہ تم متقی بن سکو۔ یا حرف ندا اور ایھا تنبیہ کے ساتھ مومنین کو خطاب ہوا، حضرت حسن رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں کہ جب اللہ تعالی سے ''یا ایھا الذین'' کا خطاب سنائی دے تو غفلت کو ترک کر کے اللہ تعالی کی طرف متوجہ ہو جاو، اس لیے کہ اس کے بعد وہ یا تو کسی امر پر مامور فرمائے گا یا کسی برے کام سے روکے گا۔ حضرت جعفر صادق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حرف ندا کی لذت عبادت کی تکلیف کو دور کرتی ہے۔ (روح البیان ج اص ۱۲۸)

محض کھانا پینا چھڑا دینا ہی روزے کا مقصد اصلی نہیں ہے، بلکہ تقوی اصل مقصد ہے، وہی تو اصل متقی ہے جو نفسانی خواہشات سے خود کو دور رکھے۔

اصطلاح شرع میں روزہ کہتے ہیں کہ صبح صادق سے غروب

آفتاب تک بنیت تقرب کھانے پینے اور جماع سے خود کو روکے رکھے، تقرب الی اللہ کا مفہوم اسی وقت پورا ہوسکتا ہے جب کہ روزہ ہر طرح کی برائی سے محفوظ ہو، یہی وجہ ہے کہ بخاری شریف کی ایک حدیث پاک میں یوں بیان کیا گیا کہ:"من لم یدعُ قول الزور و العمل به فلیس لله حاجة فی ان یدع طعامه و شرابه "جو شخص روزے میں جھوٹ بولنا اور برے کام کرنا نا چھوڑے تو اللہ کو اس کی ضرورت نہیں کہ وہ اپنا کھانا پینا چھوڑ دے۔

بلا شبہ کھانے پینے اور جماع سے خود کو روک لینا روزہ کی فرضیت کو مکمل کردے گا، لیکن نفس وضمیر کو مہمیز دیتی ہوئی اور بندہ خدا کو مقصد اصلی بتاتی ہوئی یہ حدیث پاک بھی دیکھیں جس میں روزہ کی اصل تمامیت کا راز کھول دیا گیا: خمس یفطرن الصائمَ الکذبُ و الغیبةُ و النمیمةُ و الیمینُ الکاذبةُ و النظرُ بشهوة.

پانچ چیزیں روزے دار کے روزے کو توڑ دیتی ہیں جھوٹ بولنا، غیبت کرنا، چغلی کھانا، جھوٹی قسم کھانا، اور شہوت کے ساتھ کسی کو دیکھنا۔

مذکورہ تمام چیزوں کو اگر ایک لفظ میں بیان کیا جائے تو یقیناً وہ لفظ تقوی ہی ہوگا، اور جو تقوی اختیار کرے وہ متقی، اور متقی کا کیا انعام ہے؟ قرآن پاک نے جابجا اسے اجاگر کیا تا کہ نفس انسانی اپنی حیات کا مقصد نا بھولے، "ان اولیائه الا المتقون " (سورہ انفال آیت ۳۴)"اس کے اولیا تو پرہیز گار ہی ہیں" قرب خداوندی کا معیار بیان کردیا گیا، جسے بارگاہ الٰہی سے قریب ہونا ہو وہ متقی بن جائے، اس لیے کہ "ان اللہ یحب المتقین" (سورہ توبہ آیت نمبر۴) بے شک اللہ پرہیزگاروں کو دوست رکھتا ہے، یاد رکھیں کہ عبادات ومعاملات کو درست رکھنا تقوی کے دو پر ہیں، جیسے پرندہ اپنی پرواز کو دو پروں کا حاجت مند ہے، عبادات کے ساتھ معاملات کو بھی درست رکھنا متقی کے لیے از حد ضروری ولازمی ہے۔

انسان خارداروادی میں قدم رکھے بغیر مشکلات کا اندازہ نہیں لگا سکتا، جب تک خود بھوک و پیاس کی شدت سے نا گذرے گا کسی اور کی بھوک و پیاس کا اندازہ مشکل ہے، دنیا میں ایسے کئی ممالک ہیں جہاں انسان نان شبینہ کو ترس رہے ہیں، ان کی مشکلات کا اندازہ کیسے ہوگا؟ یقیناً یہ ایسا معاملہ ہے جو عبادات میں شمار کیا جاتا ہے۔ ایک ایسی کیفیت کے ساتھ بھوک و پیاس کی شدت برداشت کرنے کا حکم ہے کہ نعمتوں سے نعمت خانے پر ہیں، اور اختیار کلی حاصل ہے، بازوؤں میں طاقت بھی ہے کہ جب چاہیں کسی بھی نعمت سے تسکین قلب کا سامان کرلیں، لیکن قہر خداوندی اور جلال رب قدیر کی ہیبت سے دل پر خوف طاری ہوجاتا ہے، کہ گرچہ کوئی نہیں دیکھتا مگر نگاہ قدرت کے احاطہ میں نا صرف دل بلکہ کے دل میں آنے والے خطرات بھی ہیں، لازمی امر ہے کہ ایسے حالات میں ایک زندہ ضمیر ان بے آب وگیاہ انسانوں کی بھوک و پیاس کی شدت کو محسوس کرسکتا ہے، جن کی جھونپڑیوں میں شاید نعمت خانوں کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا، کیا ہی عظیم نظام الٰہی ہے، کہ ایک غیرت مند وجود تصوراتی دنیا ہی میں سہی مگر اپنی پلکوں کو ان بے سہارا، مفلس و نادار اور غربت کی چکی میں پس رہے انسانوں کی یاد میں آنسوؤں سے تر پائے گا، اور ضمیر اپنی بے غیرتی اور لاچاری پر شرمندگی محسوس کرتا ہوگا، مگر یقین جانیے، بھیگی پلکوں پر سجے یہ خفیف قطرات اتنے ثقیل ہیں کہ ان کا ثقل برداشت کر لینے کی سکت دنیا کے کسی ترازو میں نہیں۔

روزے سے تقویٰ کا حصول یوں ہی متصور ہے کہ تقرب الی اللہ کا تمغہ حاصل کرنے کی جتنی راہیں ہیں ان تمام راہوں کو مدنظر رکھتے ہوئے ماہ صیام گذار دیا جائے، چونکہ قرآن پاک نے متقیوں سے ایک ایسی جنت کا وعدہ فرمایا ہے جس کے میوے بھی دائمی ہیں اور اس کا سایہ بھی دائمی، "مثل الجنة التی وعد المتقون، تجری من تحتها الانهر اکلها دائم و ظلها" (سورہ رعد آیت نمبر ۳۵) احوال اس جنت کا کہ ڈر والوں کے لیے جس کا وعدہ ہے اس کے نیچے نہریں بہتی ہیں، اس کے میوے ہمیشہ اور اس کا سایہ (کنز الایمان)

پھر سورہ حجر کی آیت نمبر ۴۵ میں فرمایا اِنَّ المتقین فی جنات و عیون" بے شک ڈر والے باغوں اور چشموں میں ہیں (کنز الایمان)

سورہ حجر کی مذکورہ آیت سے ماقبل و مابعد کی آیات دیکھیں تو سمجھ آئے گا کہ متقی کے دو پہلو ہیں، ایک رب کی جانب اور دوسرا اس کے بندوں کی جانب، وہ اپنے رب کی رضا حاصل کرنے کے لیے اس کے بندوں کو راضی کررہا ہوتا ہے۔

سورہ دخان کی آیت نمبر ۵۱ میں ارشاد ہوا "ان المتقین فی مقام امین" بے شک ڈر والے امان کی جگہ میں ہیں،

"ان المتقین فی جنات و نعیم" (سورہ طور آیت ۱۷) بے شک پرہیزگار باغوں اور چین میں ہیں۔ (کنز الایمان)

'ان المتقین فی جنات و نهر، فی مقعد صدق عند ملیک مقتدر " (سورہ قمر آیت ۴۵ و ۵۵) بے شک پرہیز گار باغوں اور نہر میں ہیں، سچ کی مجلس میں عظیم قدرت والے بادشاہ کے حضور (کنز الایمان)

حضرت علامہ مفتی احمد یار خان نعیمی فرماتے ہیں: ان کی مجلسیں جھوٹ غیبت اور تمام گناہوں سے پاک وصاف ہوں گی، انہیں قرب الٰہی حاصل ہوگا۔ سورہ قمر کی اس آیت نے آیت صوم میں **لعلکم تتقون** کے معنی کو کھول کر بیان کر دیا کہ ماہ رمضان کے روزوں کا مقصد ہی یہی ہے کہ مسلمان خود کو اس مژدہ جاں فضا کا مصداق بنانے کی کوشش کرے باقی رب قدیر اپنے فضل سے جسے چاہے یہ مقام عطا کر دے۔

ان المتقین فی ظلٰل و عیون و فواکهَ ممایشتهون کلوا و اشربوا هنیئا بما کنتم تعملون انا کذالک نجزی المحسنین (سورہ مرسلات آیت ۱۴، ۲۴، ۳۴، ۴۴) بے شک ڈر والے سایوں اور چشموں میں ہیں، اور میووں میں جو ان کا جی چاہے، کھاؤ اور پیو رچتا رہو، اپنے اعمال کا صلہ بیشک نیکوں کو ہم ایسا ہی صلہ دیتے ہیں سورہ مرسلات کی ان آیات نے متقین کو نیکوں کا تمغہ عطا فرمایا، ان آیات کے علاوہ اور بھی آیات ہیں جن سے اہل نظر آشنا ہیں اور قرآنی مفاہیم کے سمندر میں غوطہ زن رہتے ہیں اور گہرائی سے در نایاب تلاش کر کے اللہ کے بندوں کو نظارہ کراتے رہتے ہیں، قرآن کی اتنی سیر کر لینے کے بعد اور متقیوں کے اجر و ثواب، مقام و مرتبہ، جزاء و انعامات، مژدہ جاں فضا پڑھ لینے کے بعد اب ایک حدیث پاک سے مشام جاں کو معطر کیا جائے:

"**کل حسنة بعشر امثالها الی سبع مائة ضعف الا الصیام فانه لی و انا اجزی به**" ہر نیکی کا ثواب دس گنا سے لے کر سات سو گنا تک ہے، سوائے روزہ کے، بے شک وہ میرے لیے ہے اور میں ہی اس کی جزاء دوں گا۔

روزہ سے مقصود تقوی ہے، متقی کا اجر اپنی جگہ متعین جو اوپر بیان ہوا، لیکن حدیث پاک میں موجود فقرہ " **انا اجزی به**" روزہ دار کے انعام کی پوشیدگی کو بیان کر رہا ہے، کیا ہے اس کی جزا نہیں معلوم۔ چونکہ روزہ ایک پوشیدہ عبادت ہے، ایک ایسی عبادت ہے جس میں ریا کاری اور دکھاوا کا عنصر نہیں پایا جاتا، بلکہ شائبہ تک نہیں ہو سکتا، شاید یہی وجہ ہو کہ اس کے انعام کو بھی پوشیدہ رکھا گیا، البتہ روزہ دار کے امتیازی شان کو بیان کر دیا گیا کہ: "

ان فی الجنة بابا یقال له الریان یدخل من الصائمون یوم القیامة 'بے شک جنت میں ایک دروازہ ہے جس کا نام ریان ہے، اس دروازے سے قیامت کے دن صرف روزہ دار ہی داخل ہوں گے۔ (بخاری جلد اول)

جہاں روزہ داروں پر انعامات کا ذکر ہوا، وہیں نار کھنے پر وعیدیں بھی بیان کی گئی ہیں، بس ایک حدیث پاک نقل کر کے بات کو مکمل کر دوں۔

ابن خزیمہ و ابن حبان اپنی صحیح میں ابوامامہ باہلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، کہتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سُنا کہ حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) فرماتے ہیں: میں سو رہا تھا، دو شخص حاضر ہوئے اور میرے بازو پکڑ کر ایک پہاڑ کے پاس لے گئے اور مجھ سے کہا چڑھیے۔ میں نے کہا: مجھ میں اس کی طاقت نہیں، انہوں نے کہا: ہم سہل کر دیں گے، میں چڑھ گیا، جب بیچ پہاڑ پر پہنچا تو سخت آوازیں سنائی دیں، میں نے کہا: یہ کیسی آوازیں ہیں؟ انہوں نے کہا: یہ جہنمیوں کی آوازیں ہیں پھر مجھے آگے لے گئے، میں نے ایک قوم کو دیکھا کہ وہ لوگ اُلٹے لٹکائے گئے ہیں اور اُن کی باچھیں چیری جا رہی ہیں، جن سے خون بہتا ہے۔ میں نے کہا: ''یہ کون لوگ ہیں؟ کہا: ''یہ وہ لوگ ہیں کہ وقت سے پہلے روزہ افطار کر دیتے ہیں۔'' (بہار شریعت ح ۵)

حکم خدا میں ہزاروں حکمتیں ہوتی ہیں، ان حکمتوں کو کما حقہ سمجھ لینا بندے کے بس میں نہیں، یوں ہی روزہ اپنے اندر اخروی خوبیوں کے ساتھ ساتھ دنیوی خوبیوں کا حامل ہے، جیسے جیسے سائنس ترقی کرتی جا رہی ہے اسلام کی سچائی اور حکم خدا کی حکمتوں سے پردہ اٹھتا چلا جا رہا ہے۔ اور سائنس اسلام کے چوکھٹ سے قریب ہوتی چلی جا رہی ہے، اب یہ کوئی مانے یا نا مانے اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا، اسلام کے دگر احکام کی طرح ماہ رمضان کے ایک ماہ کے روزوں پر بھی دنیا کے بہت سے سائنس داں اور دانشوروں نے اپنی اچھی آراء پیش کی ہیں، یہ بات یاد رکھیں کہ اسلام اپنی صداقت کے لیے کسی فرد کا محتاج نہیں، "**الاسلام یعلو و لا یعلی**'' یہ اپنی حقانیت کی بنیاد پر ہمیشہ غالب رہے گا۔ ان سب کے باوجود ہمارے لیے صرف اتنا کافی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ " **صوموا تصحوا**'' روزہ رکھو صحت پا جاوگے۔

اللہ ہمیں ماہ مبارک رمضان شریف کا احترام بجا لانے کی توفیق عطا فرمائے آمین۔ ☆☆☆☆☆

فجر صادق کے 18 درجے پر طلوع ہونے کے دلائل

از: مولانا نظام الدین مصباحی (یوکے)

اٹھارہ 18 درجہ زیرِ اُفق آفتاب چلا جائے تو شفقِ ابیض غروب اور اٹھارہ درجے زیرِ اُفق رہ جانے پر فجر صادق طلوع ہوتی ہے۔ ذیل میں چند حوالہ جات لکھے جاتے ہیں۔

(1) الأستاذ الرئیس ابوعلی الحسن بن علی بن المجاصی اپنی کتاب ''الألباب فی عمل صنعۃ الأسطرلاب'' میں تحریر فرماتے ہیں:

أما الفجر و الشفق فإن خطیهما هو مقنطرة ثمانية عشر فی كل عرض و فی كل زمان.

(2) ابو زید عبد الرحمٰن بن عمر السوی التوق 1003ھ اپنی کتاب ''شرح روضۃ الأزہار'' میں رقم طراز ہیں:

اعلم أنّ مغیب الشفق كطلوع الفجر و ذلك عند ما یكون انخفاض الشمس تحت الأفق ثمانی عشرة درجة.

(3) مجلۃ البحوث الإسلامیۃ از ڈاکٹر حسین کمال الدین میں ہے:

ترجمہ: فجر کے وقت سورج 18/درجے ان شرقی کے نیچے ہوتا ہے جس طرح سے شفق ابیض کے اختتام کے وقت اُفق غربی کے 18/ درجے نیچے ہوتا ہے۔

(۴) بیست باب کے حاشیہ میں ہے:

وچوں آفتاب بدائرہ نصف النہار تحت الارض رسد راس ایں مخروط بدائرہ نصف النہار فوق الارض رسیدہ باشد و نیم شب باشد وچوں نزدیک شود بافق شرقی سفیدی کہ از طرف مشرق بر اُفق منبسط باشد آن را صبح خوانند و تجربہ وامتحان بالاتے کہ لائق است ایں امر را مثل اسطرلاب معلوم کردہ اند کہ آفتاب ہژدہ درجہ از افق منحط شود شفق منقضی گشتہ وارتفاع نظیر آفتاب یعنی راس مخروط ہرگاہ کہ 18/ درجہ غربی بود صبح پیدا شدہ۔

(۵) علامہ سید محمود آلوسی اپنی تفسیر میں تحریر فرماتے ہیں:

ثم الظاهر أن تنفس الصبح و ضیائه بواسطة قرب الشمس إلى الأفق الشرقی بمقدار معین و هو فی المشهور ثمانیة عشر جزءا. (روح المعانی:15/263)

(6) مجدد دین وملت امام احمد رضا خان رقم طراز ہیں:

صبح صادق کے سالہا سال سے فقیر کا ذاتی تجربہ ہے کہ اس کی ابتدا کے وقت ہمیشہ ہر موسم میں آفتاب 18 ہی درجہ زیر افق پایا ہے۔ (فتاوی رضویہ: ۱۰/ ۱۲۶، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

(7) مزید آپ اپنی تصنیف لطیف ''تاجِ توقیت'' میں تحریر فرماتے ہیں:

صبحِ صادق اور شفق کے وقت آفتاب کا انحطاط صحیح و معتمد مذہب کے مطابق 18/درجے زیر افق ہوتا ہے یہ تجربہ اور قوی مشاہدہ سے ثابت ہوا ہے جمہور متاخرین اہل ہیئت قدیمہ وجدیدہ کا اس پر اجماع ہے۔ (تاجِ توقیت قلمی، از مجدد دین وملت امام احمد رضا خان قدس سرہ:11]

(8) ملک العلماء حضرت علامہ مفتی سید محمد ظفر الدین بہاری ماہر علم ہیئت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنی کتاب الجواہر والیواقیت، ص163 پر تحریر فرماتے ہیں:

آفتاب ہمیشہ طلوعِ فجر وغروب شفق ابیض کے وقت افق سے 18? درجے نیچے ہوتا ہے۔

(۹) بحر العلوم حضرت علامہ مفتی سید افضل حسین (فیصل آباد، پاکستان) قدس سرہ توضیح الافلاک، ص62 پر رقم طراز ہیں:

تجربہ سے یہ ثابت ہوا ہے کہ اوّل صبح صادق اور آخر شفق ابیض آفتاب افق سے پورے 18 درجے نیچے ہوتا ہے۔

سوال: ہیئت کی کئی کتب میں طلوع فجر کاذب کے وقت انحطاط آفتاب 18 درجہ بتایا ہے تو ان پر اعتماد کیوں نہیں کیا جاسکتا؟

جواب: ان کتب ہیئت میں علم بالتجربۃ یا عرف بالتجربۃ وغیرہ الفاظ ہیں جو مجہول کے صیغے ہیں یعنی تجربہ کرنے والا کون ہے، اس کا پتا نہیں۔ جب تجربہ کرنے والا مجہول ہے تو روایت میں راوی مجہول ہو تو روایت سے استدلال نہیں کرتے تو پھر روزہ اور نماز جیسی عبادت میں ان اقوال سے کس طرح استدلال ہوسکتا ہے؟ نیز صبح صادق کے لیے ۱۵؟ درجے کا قول بھی قیل جو ضعف پر دلالت کرتا ہے اس سے بیان کیا گیا ہے، لہٰذا یہ بھی ساقط الاعتبار ہے۔

صبح صادق اس وقت ہوتی ہے جب سورج افق سے ۱۸؟ درجہ نیچے رہ جائے۔ اس پر ایک دلیل رد المحتار، باب صلاۃ المسافر، ص: ۱۰۴،۲۰۴۔ پر موجود ہے۔ اس کی تھوڑی سی تفصیل ذیل میں درج کی جاتی ہے۔ تنویر الابصار میں مسافر کی مسافت کا ذکر ان الفاظ میں ہے:

مسیرۃ ثلاثۃ ایام ولیالیھا.

درمختار میں فرمایا: **من اقصر ایام السنۃ.**

مطلب یہ ہے کہ آدمی اس وقت مسافر ہوتا ہے جب تین دن تین رات کی مسافت کے قصد سے اپنے گھر سے نکلے تو درمختار میں شرح کرتے ہوئے فرمایا کہ یوم سے مراد سال کا سب سے چھوٹا دن۔ اس پر حضرت علامہ شامی قدس سرہ نے حاشیہ میں وضاحت کی۔

فرماتے ہیں:

قلت: و المعتدلۃ ھی زمان کون الشمس فی الحمل او المیزان.

یعنی معتدلہ کا چھوٹا دن اور اس سے مراد جب سورج برج حمل یا میزان میں داخل ہو۔

دمشق جس کا عرض البلد 18E -36 33-03N ہے اس میں ۱۸/درجے کے اعتبار سے صادق ۲۰ مارچ کو جب سورج برج حمل میں داخل ہو ۴ بج کر ۱۵ منٹ اور نصف النہار فلکی، یعنی زوال شمس ۱۱ بج کر ۴۲ منٹ پر ہے۔ ان کا مجموعہ ۷ گھنٹے ۲۷ منٹ ہوا۔ ۱۵ درجہ کے اعتبار سے صبح صادق کا وقت 4 بج کر 30 منٹ ہے اور زوال شمس ۱۱ بج کر ۴۲ منٹ ہے۔ ان کا مجموعہ ۷ گھنٹے اور ۱۲ منٹ ہے۔

اب آگے حضرت علامہ شامی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں، دمشق کے بارے میں:

ان اعتبرت ذلک بالایام المعتدلۃ کان مجموع الثلاثۃ ایام اثنین وعشرین ساعۃ و نصف ساعۃ تقریبا لان من الفجر الی الزروال سبع ساعات ونصف تقریبا.

یعنی ایام معتدلہ میں تین دن ۲۲ گھنٹے ۳۰ منٹ تقریباً بنتے ہیں۔ کیوں کہ فجر سے زوال تک ۷ گھنٹے ۳۰ منٹ ہیں تقریباً۔

اب حساب ملاحظہ کریں:

۱۸ درجہ صبح صادق ۴:۱۵ زوال ۱۱:۴۲

مجموعہ:

۷:۲۷

۷:۲۷

۷:۲۷

۲۱: ۲۲

۱۵ درجہ ۴:۳۰ زوال شمس ۱۱:۴۲ کل ۷ گھنٹے اور ۱۲ منٹ

۷:۱۲

۷:۱۲

۷:۱۲

۲۱:۶۶

شامی میں مذکور ایام ثلاثہ کا مجموعہ 30:22 تقریباً ۱۸ پر صادق آتا ہے۔ کیوں کہ صرف ۹ منٹ فرق ہے اور ۱۵ درجہ والے میں ۵۴ منٹ کا فرق ہے۔ 30.22 کے قریب 22.21 ہے نہ کہ 21 .min36۔ اس سے واضح ہوا کہ حضرت کے زمانہ میں ۱۸

درجہ پر عمل ہوتا تھا۔

یہ چارٹ بلیک برن، یو کے اور مئی مہینے کی چند تاریخوں کا ہے:

وقت صبح صادق	انحطاط شمس میل شمس	مئی
2:45	04-15 21 14	1
2:40	22-15 56=20	2
2:35	40-15 38=20	3
2:30	57-15 21=20	4
2:24	15-16 03=20	5
2:19	32-16 46=19	6
2:12	48-16 30=19	7
2:06	05-17 13=19	8
1:58	21-17 57=18	9
1:50	37-17 41=18	10
1:39	52-17 26=18	11
1:24	00-18 11=18	12
1:06	22-18 56=17	13

مذکورہ بالا چارٹ میں صبح صادق کا وقت کئی منٹوں کے فرق کے ساتھ تبدیل ہورہا ہے، اس کی وجہ ان ایام میں زائد العرض بلاد میں انحطاط شمس بھی کئی درجات اور کئی دقائق کے فرق سے بڑھ رہا ہے، جیسا کہ چارٹ میں موجود ہے اور صبح کے وقت میں کئی منٹوں کا فرق اس انحطاط پر موقوف ہوتا ہے اور یہ انحطاط میل شمسی پر اور ان ایام میں میل شمسی بھی کئی دقائق و درجات سے تبدیل ہورہا ہے۔ مندرجہ ذیل چارٹ ملاحظہ کریں۔ لہذا یہ خلاف قیاس نہیں عین مطابق قیاس ہے۔ (فتاوی رضویہ مترجم، ج:۱۰، ص:)

☆☆☆

(بقیہ صفحہ ۲۱/ کا)

پہلا عذر شرعی: نماز جمعہ کے لیے نکلنے کی اجازت اس وقت ہوگی، جب کہ اس مسجد میں جہاں اعتکاف کیا ہے جمعہ نہ ہوتا ہو۔ اگر اس مسجد میں جمعہ ہوتا ہو تو دوسری مسجد میں جمعہ کی نماز کے لیے جانا جائز نہیں۔ اور اگر جمعہ وہاں نہیں ہوتا، جمعہ کی نماز کے لیے دوسری مسجد میں جانا ہو تو دوری کا اندازہ کر کے اذان ثانی سے اتنی پہلے اس مسجد میں پہنچ جائے کہ جمعہ کی سنت قبلیہ پڑھ سکے، اس سے پہلے نہ جائے۔ نماز جمعہ پڑھنے کے بعد چار یا چھ رکعت پڑھ کر فورا آجائے۔ زیادہ تاخیر کرے گا تو اعتکاف فاسد ہو جائے گا۔

دوسرا عذر شرعی: اذان دینے کے لیے فنائے مسجد میں جو جگہ اذان دینے کے لیے مقرر ہے وہاں جانا یا منارہ پر جانا خواہ اس کا راستہ مسجد کے اندر سے ہو یا باہر سے ہو، بہر صورت معتکف کو اذان دینے کے لیے وہاں جانے کے اجازت ہے۔

(۲) عذر طبعی: معتکف کے لیے مسجد سے باہر نکلنے کی دوسری صورت عذر طبعی ہے، یعنی پاخانہ، پیشاب، وضو اور غسل فرض کے لیے نکلنا، وضو اور غسل کے لیے یہ ضروری ہے کہ یہ کام مسجد میں ممکن نہ ہوں، لہذا ان طبعی حاجت کے لیے نکل سکتا ہے اور اتنی دیر کے لیے کہ یہ مقصد پورا ہو جائے۔

(۳) عذر مجبوری: مسجد سے باہر نکلنے کا تیسرا عذر مجبوری ہے، یعنی وہ عذر جس کی وجہ سے مسجد میں ٹھہرنا ممکن نہ ہو، مثلا: مسجد منہدم ہوگئی یا کوئی زبردستی مسجد سے نکال دے۔ ایسی صورت میں اس مسجد سے نکل کر فورا دوسری مسجد میں چلا جائے، تو اس کا اعتکاف فاسد نہ ہوگا۔ لیکن اس صورت میں یہ ضروری ہے کہ وہاں سے نکل کر کہیں اور نہ جائے، نہ راستے میں رکے، نہ ہی بات چیت کرے۔

عذر کی ان تین صورتوں کے علاوہ اگر معتکف مسجد سے باہر نکلے گا تو اس کا اعتکاف ٹوٹ جائے گا۔ مسائل اعتکاف سے متعلق تفصیلی معلومات کے لیے بہار شریعت حصہ پنجم کا مطالعہ کریں۔ واللہ تعالی اعلم

☆☆☆

مسائل اعتکاف اور فنائے مسجد

مفتی حسان المصطفیٰ قادری (جامعہ امجدیہ رضویہ گھوسی)

اعتکاف: یہ اردو زبان میں مستعمل ایک عربی لفظ ہے، جو ''عکف'' سے ماخوذ اور باب افتعال کا مصدر ہے۔ اس کا لغوی معنی ہے: ٹھہرنا، قائم رہنا۔ درمختار میں لغوی معنی کے تحت ''اللبث'' جب کہ فتح القدیر میں ''الاحتباس'' کا لفظ آیا ہے۔ اعتکاف کا شرعی معنی ہے: بہ نیت عبادت اللہ کے لیے مسجد میں ٹھہرنا۔ (بہار شریعت)

اعتکاف کی تین قسمیں ہیں: (۱) واجب (۲) سنت (۳) نفل۔

اعتکاف واجب: یہ نذر کا اعتکاف ہے۔ یعنی کسی نے یہ منت مانی کہ اگر میرا فلاں کام ہو جائے تو میں اعتکاف کروں گا، اور اس کا کام ہو گیا، تو اس پر اعتکاف واجب ہے۔ یا اعتکاف کو کسی کام پر موقوف نہ کرے بلکہ یوں نذر مان لے کہ مجھ پر اللہ کے لیے اتنے دن کا اعتکاف ہے، تو یہ اعتکاف بھی واجب ہے۔

اعتکاف نفل: وہ اعتکاف جو منت اور رمضان کے اخیر عشرہ کے علاوہ ہو، وہ اعتکاف نفل ہے۔ اس کے لیے نہ روزہ شرط ہے اور نہ ہی کوئی خاص وقت مقرر ہے۔ جب کبھی مسجد میں اعتکاف کی نیت کی، تو وہ جب تک مسجد میں رہے گا معتکف ہے، جب مسجد سے نکلے گا اعتکاف جاتا رہے گا۔ مسلمانوں کو چاہیے کہ جب بھی مسجد میں داخل ہوں تو اعتکاف کی نیت کر لیں، صرف نیت کر لینے سے بغیر کچھ کیے ثواب ملتا رہے گا۔

اعتکاف سنت: یہ اعتکاف سنت مؤکدہ کفایہ ہے۔ اسے رمضان المبارک کے آخری دس دنوں میں کیا جاتا ہے، یعنی بیسویں رمضان کو غروب شمس سے پہلے مسجد میں اعتکاف کی نیت سے داخل ہو جائے، اور ۲۹ر رمضان کو ہلال عید کے نظر آنے کے بعد یا شرعی طور پر ثابت ہونے کے بعد مسجد سے نکل آئے، ورنہ تیس رمضان کو سورج ڈوبنے کے بعد مسجد سے نکلے۔ چوں کہ یہ اعتکاف سنت مؤکدہ کفایہ ہے، اس لیے اگر تمام لوگوں نے چھوڑ دیا تو سب سے مطالبہ ہوگا اور اگر شہر کے ایک آدمی نے بھی یہ اعتکاف کر لیا تو سب بری ہو جائیں گے۔

اس اعتکاف میں روزہ شرط ہے، لہٰذا مسافر یا مریض جنھیں حالت سفر و مرض میں روزہ نہ رکھنے کی اجازت ہے، اگر وہ اعتکاف کر لیں، لیکن شرعی اجازت پر عمل کرتے ہوئے روزہ نہ رکھیں تو ان کا یہ اعتکاف، اعتکاف سنت نہ ہوگا، اسے محض نفل اعتکاف قرار دیا جائے گا۔

جائے اعتکاف: مرد کے اعتکاف کے لیے مسجد شرط ہے، جب کہ عورت کے لیے مسجد بیت ضروری ہے، یعنی وہ جگہ جسے اس نے نماز کے لیے متعین کر لیا ہے۔

واضح ہو کہ بلا ضرورت، مسجد یا حدود مسجد سے نکلنے کی صورت میں معتکف کا اعتکاف ٹوٹ جائے گا، اس لیے جو لوگ اعتکاف کا ارادہ رکھتے ہوں انھیں چاہیے کہ جس مسجد میں اعتکاف کرنا ہے، وہاں کی انتظامیہ یا کمیٹی والوں سے مسجد کی حد اچھی طرح سے معلوم کر لیں، تاکہ عدم واقفیت کی صورت میں ان کا اعتکاف فاسد نہ ہو جائے اور انھیں اس کا علم بھی نہ ہو۔

مسجد اور حدود مسجد سے متعلق کچھ وضاحت ہم ذکر کر دیتے ہیں:

مسجد: مسجد اسے کہتے ہیں جو نماز کی ادائگی کے لیے متعین کر دی گئی ہو، لہٰذا قبلہ کی دیوار سے سیڑھی تک اور شمالی دیوار سے جنوبی دیوار تک مسجد ہے۔ حقیقتاً مسجد کی حد، مسجد کے واقفین و متولیان صحیح طور پر بتا سکتے ہیں۔

صحن مسجد: مسجد کا وہ حصہ جو کھلا ہوتا ہے، جسے مسجد صیفی کہتے ہیں۔ کتب فقہ میں صراحت ہے کہ صحن مسجد بھی مسجد ہے۔

فنائے مسجد

اعتکاف کے معاملے میں فنائے مسجد کا مسئلہ اکثر دشواری کا باعث ہوتا ہے۔ اس سلسلے میں کبھی کبھی دو موقف سامنے آتے ہیں۔ اول یہ کہ بلا ضرورت فنائے مسجد میں جانے سے اعتکاف

فاسد ہو جائے گا۔ دوم یہ کہ بلا ضرورت فنائے مسجد میں جا سکتا ہے ،اعتکاف فاسد نہ ہوگا۔ اس سلسلے میں بعض لوگ اس لیے پریشان رہتے ہیں کہ انھیں واضح طور پر یہ معلوم نہیں ہوتا کہ فنائے مسجد کسے کہتے ہیں، اس لیے فنائے مسجد کی تعریف میں الجھ جاتے ہیں۔ اور بعض فنائے مسجد اور صحن مسجد میں امتیاز نہیں کر پاتے۔

اس لیے ہم فنائے مسجد کی تعریف اور اس کا حکم واضح طور پر بیان کرتے ہیں:

فنائے مسجد: وہ حصہ جو نماز کے علاوہ ضروریات مسجد اور مصالح مسجد کے لیے ہو جیسے: وضو خانہ، غسل خانہ، استنجا خانہ، جوتا چپل اتارنے کی جگہ۔

فنائے مسجد کے بارے میں علما فرماتے ہیں کہ اگر اس کے اور مسجد کے درمیان کوئی راستہ فاصل نہ ہو تو وہ بہت سے امور میں مسجد کے حکم میں ہے۔ عالمگیری میں ہے: ''**وفناء المسجد له حكم المسجد**'' (۱/۱۰۹) لہٰذا جب وہ مسجد کے حکم میں ہے تو وہاں بے ضرورت جانے پر اعتکاف فاسد نہ ہوگا۔

اس کی مثال ایسے ہی ہے جیسے اذان کہنے کے لیے منارہ پر جانا، کہ اگر معتکف موذن ہے تو اذان کہنے کے لیے منارہ پر جانے سے اس کا اعتکاف نہ ٹوٹے گا، اگرچہ منارہ پر جانے کے لیے باہر سے راستہ ہو، اور اگر منارہ کا راستہ مسجد کے اندر سے ہو تو غیر موذن معتکف، جسے اذان نہیں دینا ہے وہ بھی منارہ پر جا سکتا ہے، حالانکہ مئذنہ یا منارہ کی حقیقت یہ ہے کہ یہ اصل مسجد سے خارج ہے۔

بدائع الصنائع میں ہے: ''**ولو صعد المئذنة لم يفسد اعتكافه بلا خلاف وان كان باب المئذنة خارج المسجدلان المئذنة من المسجد الا ترى انه يمنع فيه كل ما يمنع في المسجد من البول و نحوه ولايجوز بيعها فاشبه زاوية من زاوية المسجد**'' (باب الاعتکاف، ۲/۲۸۴)

علامہ علاء الدین کاسانی کی عبارت کا ظاہر یہ ہے کہ اذان دینا بھی شرط نہیں ہے، اگر منارہ پر یوں ہی چڑھا جب بھی اعتکاف فاسد نہ ہوگا، اگرچہ اس کا دروازہ خارج مسجد ہو، اس لیے کہ منارہ بھی کئی امور میں مسجد کے حکم میں ہے۔ ہاں بعض محققین نے اس بات کی قید لگائی ہے کہ اگر دروازہ خارج مسجد ہے تو اذان ہی کے لیے جا سکتا ہے۔

ردالمحتار میں ہے: ''**قلت: بل ظاهر البدائع ان الاذان ايضا غير شرط، فانه قال: ولو صعد المنارة لم يفسد بلاخلاف وان كان بابها خارج المسجدلانها منه لانه يمنع فيها كل ما يمنع فيه من البول و نحوه فاشبه زاوية من زوايا المسجد، لكن ينبغي فيما اذا كان بابها خارج المسجد ان يقيد بما اذا خرج للاذان خروج بلاعذر**'' (۳/۴۳۶)

ان تصریحات سے واضح ہوتا ہے کہ جو جگہ زاویہ مسجد کے مشابہ ہو، مسجد اور اس کے درمیان کوئی حد فاصل نہ ہو، اور وہ مسجد پر وقف ہو جیسے فنائے مسجد، چپل اتارنے کی جگہ، تو اس کا حکم من وجہ مسجد کا حکم ہے، وہاں بلا ضرورت جانے سے اعتکاف فاسد نہ ہوگا۔

حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ فتاویٰ امجدیہ میں صراحت کے ساتھ فرماتے ہیں: ''فنائے مسجد جو جگہ مسجد کے باہر اس سے ملحق ضروریات مسجد کے لیے ہے، مثلا جوتا اتارنے کی جگہ اور غسل خانہ وغیرہ ان میں جانے سے اعتکاف نہیں ٹوٹے گا''۔ (۱/۳۹۹)

فتاویٰ رضویہ میں اعلیٰ حضرت رقمطراز ہیں: ''اگر وہ دکانیں متعلق مسجد اور اس پر وقف ہیں اور مسلمانوں نے ان کی سقف داخل مسجد کر لیں تو وہ سقف بھی مسجد ہو گئی، ان دکانوں کی چھت پر اور ان کی بالائی عمارت کی سقف پر معتکف جا سکتا ہے، **لانها كانت من فناء المسجد و لا طريق فاصل بينهمافكيف وقد صارت من المسجد**'' (ملتقطا، ۶/۴۴۸)

ان عبارات و جزئیات سے یہ روشن ہوتا ہے کہ فنائے مسجد بھی مسجد کے حکم میں ہے، بلا ضرورت فنائے مسجد میں جانے سے اعتکاف فاسد نہ ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسجد سے باہر نکلنے کے لیے عذر کی تین صورتیں ہیں: (۱) شرعی (۲) طبعی (۳) مجبوری۔

(۱) شرعی عذر کی دوصورتیں ہیں: (۱) نماز جمعہ کے لیے نکلنا (۲) اذان دینے کے لیے منارہ پر جانا۔

(**بقیہ صفحہ ۱۹ میں**)

ماہ رمضان تقویٰ اور غریب پروری

از: مولانا محمد شاہد علی مصباحی
تحریک علماے بندیل کھنڈ وروشن مستقبل دہلی

روزہ جہاں اسلام کا بنیادی فریضہ ہے، وہیں تقویٰ اورغریب پروری کا ذریعہ بھی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بنی الاسلام علی خمسٍ شَهَادَةِ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ، وَإِقَامِ الصَّلَاةِ، وَإِيتَاءِ الزَّكَاةِ، وَالْحَجِّ، وَصَوْمِ رَمَضَانَ ۔ اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر قائم کی گئی ہے۔اوّل گواہی دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور بیشک محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے سچے رسول ہیں اور نماز قائم کرنا اور زکوۃ ادا کرنا اور حج کرنا اور رمضان کے روزے رکھنا۔(صحیح البخاری)

اور ماہِ رمضان المبارک اپنے ساتھ انعام واکرام کے ایسے بے بہا تحفے لیکر آتا ہے جن کے متعلق اللہ تبارک وتعالیٰ ارشادفرماتا ہے: یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَیْكُمُ الصِّیَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ (۱۸۳)

اے ایمان والو! تم پر روزے فرض کیے گئے، جیسے اگلوں پر فرض ہوئے تھے کہ کہیں تمہیں پرہیز گاری ملے۔

اس سے یہ بات تو واضح ہوجاتی ہے کہ روزہ کوئی ایسی چیز نہیں ہے جوصرف امت محمدیہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم پر ہی فرض کی گئی ہو، بلکہ ماقبل کی اُمتوں پر بھی روزے فرض کیے گئے تھے،جیسا کہ کتابوں میں ان کا ذکر بھی ملتا ہے۔مگر آج ہم بات کریں گے روزہ کی اہمیت پر،روزہ کی حکمتوں پر۔روزہ کی اہمیت اس لیےبھی زیادہ ہوجاتی ہے کہ روزہ ہمیں بھلائی کی طرف راغب کرتا ہے اور برائی سے روکتا ہے جوکہ ہماری تخلیق کا بنیادی مقصد ہے۔اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن مقدس میں ارشادفرمایا ہے: کنتم خیر امة اخرجت للناس تامرون بالمعروف وتنهون عن المنکر ۔یعنی:اے اُمت محمدیہ! صلی اللہ تعالی علیہ وسلم؛تم دنیا کی بہترین امت ہو کیونکہ تم لوگوں کے لئے ظاہر کیے گئے ہو،اورتمہارا خاصہ یہ ہے کہ تم لوگوں کو بھلائی کا حکم دیتے ہواور برائی سے روکتے ہو۔روزہ کہتے ہی اسے ہیں کہ اپنے آپ کوکھانے پینے اور جماع کے ساتھ ساتھ تمام بری چیزوں سے روکیں اوراچھائیوں کی طرف مائل کریں،اسی لیے بعض بزرگانِ دین نے کہاہیکہ؛ آنکھ کا روزہ یہ ہے کہ وہ برا دیکھنے سے باز رہے، کان کا روزہ یہ ہے کہ وہ برا سننے سے پرہیز کرے، زبان کا روزہ یہ ہے کہ وہ برابولنے سے پرہیز کرے، ہاتھ کا روزہ یہ ہے کہ وہ غلط کام کرنے سے رکا رہے اور پیر کا روزہ یہ ہے کہ وہ کسی برائی کی طرف نہ بڑھے۔

اگرہم اس طرح روزہ رکھ لیں کہ نہ ہماری آنکھ برائی کی طرف دیکھے، نہ ہمارے کان بری باتوں کوسنیں، نہ ہماری زبان بری بات بولے، نہ ہی ہمارے ہاتھ برائی کی طرف بڑھیں اور نہ ہمارے قدم برائی کی طرف مائل ہوں۔تو میں یقین کامل کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ ہماری دنیا بھی کامیاب ہوجائے گی اورآخرت بھی۔

اور یہ کام جب ہم تسلسل کے ساتھ پورے ماہِ رمضان میں کریں گےتو اللہ کے فضل سے امید یہ ہے اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں ان کاموں میں مداومت عطافرمادے گا۔اس کا فائدہ یہ ہوگا کہ نہ ہم خلافِ شرع بات کریں گے، نہ ہم خلافِ شرع بات سنیں گے، نہ ہم خلافِ شرع کوئی چیز دیکھیں گے، نہ ہم خلافِ شرع کوئی کام اپنے ہاتھوں کے ذریعے سے کریں گےاور نہ ہی کسی خلافِ شرع کام کی طرف اپنے قدموں کو بڑھائیں گے۔جس کے نتیجے میں ہمیں تقویٰ کی دولت حاصل ہوگی اور یہ وہ دولت ہے جوسرمایۂ حیات اور مدارِ

نجات ہے۔

روزہ تقویٰ حاصل کرنے کا بہترین ذریعہ

اور یہی تو روزہ کا مقصد ہے جسے اللہ رب العزت نے یوں بیان فرمایا ہے: یٰاَیُّهَا الَّذِینَ اٰمَنُوا کُتِبَ عَلَیکُمُ الصِّیَامُ کَمَا کُتِبَ عَلَی الَّذِینَ مِن قَبلِکُم لَعَلَّکُم تَتَّقُونَ۔

اے ایمان والو! تم پر روزے فرض کیے گئے، جیسے اگلوں پر فرض ہوئے تھے کہ کہیں تمہیں پرہیز گاری ملے۔ (سورۃ البقرۃ)

تقوی کے انعامات

اور اہلِ تقویٰ کے متعلق فرمانِ خداوندی تو یہ ہے: وَمَن یُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُولَهٗ وَیَخشَ اللّٰهَ وَیَتَّقهِ فَاُولٰٓئِکَ هُمُ الفَآئِزُونَ

اور جو حکم مانے اللہ اور اس کے رسول کا اور اللہ سے ڈرے اور پرہیز گاری کرے تو یہی لوگ کامیاب ہیں۔ (سورۃ النور)

ایک اور مقام پر یوں ارشاد ہوتا ہے: وَیُنَجِّی اللّٰهُ الَّذِینَ اتَّقَوا بِمَفَازَتِهِم لَا یَمَسُّهُمُ السُّوٓءُ وَلَا هُم یَحزَنُونَ

اور اللہ بچائے گا پرہیز گاروں کو ان کی نجات کی جگہ، نہ انہیں عذاب چھوئے اور نہ انہیں غم ہو۔ (سورۃ الزمر)

نیز اہلِ تقویٰ کو اللہ رب العزت نے یہ خوش خبری بھی سنائی ہے: اِنَّ اَکرَمَکُم عِندَ اللّٰهِ اَتقٰکُم اِنَّ اللّٰهَ عَلِیمٌ خَبِیرٌ

بے شک اللہ کے یہاں تم میں زیادہ عزت والا وہ جو تم میں زیادہ پرہیز گار ہے، بے شک اللہ جاننے والا خبردار ہے۔ (سورۃ الحجرات)

خوفِ خدا عزوجل کے سبب اپنی آنکھ نکال دی

حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے، ایک مرتبہ حضرت سیدنا عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام بہت سے لوگوں کو لے کر بارش کی دعا کرنے چلے، وحی نازل ہوئی کہ "جب تک تمہارے ساتھ گناہگار لوگ موجود ہیں، بارش نہیں برسائی جائے گی" چنانچہ آپ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے اعلان کیا: "تم میں سے جو جو گناہگار ہے وہ چلا جائے، جس نے کوئی گناہ کیا ہو وہ ہمارے ساتھ نہ رکے۔" یہ سن کر تمام لوگ واپس پلٹ گئے لیکن ایک ایسا شخص باقی رہا جس کی ایک آنکھ ضائع ہو چکی تھی۔ آپ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس سے دریافت فرمایا: "تم واپس کیوں نہیں گئے؟" وہ شخص عرض گزار ہوا: "یا روح اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام! میں نے لمحہ بھر بھی اللہ عزوجل کی نافرمانی نہیں کی، البتہ! ایک مرتبہ بلا قصد میری نظر ایک اجنبی عورت کے پاؤں پر پڑ گئی تھی، اپنے اس فعل پر میں بہت شرمندہ ہوا اور اپنی سیدھی آنکھ نکال پھینکی۔ خدا عزوجل کی قسم! اگر میری دوسری آنکھ ایسی خطا کرتی تو میں اسے بھی نکال پھینکتا۔"

یہ سن کر حضرت سیدنا عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام رونے لگے اور اتنا روئے کہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مبارک داڑھی آنسوؤں سے تر ہوگئی، پھر اس شخص سے فرمایا: "تو ہمارے لئے دعا کر۔ میری نسبت تو زیادہ دعا کرنے کا حق دار ہے، کیونکہ میں تو نبوت کی وجہ سے گناہوں سے معصوم ہوں، اور تو معصوم بھی نہیں لیکن پھر بھی ساری زندگی گناہوں سے بچتا رہا۔

چنانچہ وہ شخص آگے بڑھا اور اپنے ہاتھ بلند کر دیئے، پھر کچھ اس طرح سے بارگاہِ خداوندی عزوجل میں عرض گزار ہوا: "اے ہمارے پروردگار عزوجل! تو نے ہی ہمیں پیدا فرمایا اور تو ہماری پیدائش سے پہلے بھی جانتا تھا کہ ہم کیا عمل کرنے والے ہیں، پھر بھی تو نے ہمیں پیدا فرمایا۔ جب تو نے ہمیں پیدا فرما دیا تو تُو ہی ہمارے رزق کا کفیل ہے۔ اے ہمارے پاک پروردگار عزوجل! ہمیں بارانِ رحمت عطا فرما۔"

اس پاک پروردگار عزوجل کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں عیسیٰ (علیہ السلام) کی جان ہے! ابھی وہ شخص دعا سے فارغ بھی نہ ہونے پایا تھا کہ ایسی بارش آئی گویا آسمان پھٹ پڑا ہو اور اس کی دعا کی برکت سے پیاسے سیراب ہو گئے۔ (عیون الحکایات)

روزہ سے اگر تقویٰ حاصل نہ ہو تو روزہ کس کام کا

حضرتِ سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ تاجدارِ رسالت، صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم کا فرمان ہے: "جو بری

بات کہنا اور اس پر عمل کرنا نہ چھوڑے تو اس کے بھوکا پیاسا رہنے کی اللہ عزَّ وَجَل کو کچھ حاجت نہیں۔" (صحیح البخاری)

اور روزہ ہمیں اسی تقویٰ کی طرف لے جاتا ہے۔

نفس کو شکست

روزہ کی حکمت اور اس کا جو عظیم فائدہ ہے خدائے تعالی نے لعلکم تتقون میں ظاہر فرمادیا ہے تاکہ تمہیں پرہیزگاری ملے یعنی روزہ پرہیزگاری پیدا کرتا ہے۔

ظاہر ہے کہ ہر شخص میں قوتِ بہیمیت بھی موجود ہے۔ اور نفس امارہ اسی قوت کے ساتھ بڑی شرارتوں پر آمادہ رہی ہے۔ جبکہ روزہ اس قوت کو زائل کرنے کے لیے ایک بہترین ہتھیار ہے۔ اس لیے کہ جب پیٹ سیر ہو جائے تو سارے اعضا بھوکے رہتے ہیں۔

میں نے کہیں یہ پڑھا تھا کہ: پیٹ پُر ہو جانے کے بعد پاؤں کسی غیر شرعی مجلس کی طرف جانے پر تیار ہو جاتے ہیں، ہاتھ غیر شرعی چیزوں کو گرفت میں لانے کے لیے آمادہ ہو جاتے ہیں، آنکھیں چاہتی ہیں کہ کوئی نظارہ سامنے آجائے، اور کان چاہتے ہیں کہ کوئی گانا وانا سنا جائے، گویا بھوکوں کی طرح اعضا اپنے کام کی خواہش کرنے لگتے ہیں۔ مگر جب پیٹ بھوکا ہوتا ہے تو سارے اعضا سست نظر آتے ہیں یعنی: سب کے سب سست اور ہلنے جلنے سے معذور نظر آنے لگتے ہیں۔ بھوک کی حالت میں نہ آنکھ کو کسی چیز کے دیکھنے کی رغبت ہوتی ہے، نہ کان کو کچھ سننے کی، نہ زبان کو کچھ بولنے کی اور نہ ہاتھ پاؤں کو چلنے کی ہمت اور سکت ہوتی ہے۔ گویا سب اعضا فضولیات سے باز رہتے ہیں۔ معلوم ہوا کہ صرف ایک روزہ نے سب اعضا کو اپنی اپنی جگہ روک دیا ہے۔ لہٰذا یہ روزہ تقوی کے حصول کے لیے ایک بہترین ذریعہ ہے کیونکہ اس میں نفس کو کمزور کرنا اور شہوت کو ترک کرنا پڑتا ہے۔ (خطبات)

دنیا کے تمام دانا اور عقل مند یہ بات مانتے ہیں کہ انسان کو بقائے شخصی کے لیے کھانا پینا اور بقائے خلقت انسانی کے لیے ان چیزوں کی سخت ضرورت ہوتی ہے مگر غور تو کیجئے کہ روزہ میں انہی باتوں سے اجتناب اور پرہیز کو ضروری بتایا گیا ہے۔ مطلب یہ کہ جو شخص اپنے نفس کو ایسی چیزوں سے روک سکے گا جن کی اسے شدید حاجت بھی ہے اور وہ اس کے واسطے جائز اور حلال بھی ہیں، تو پھر وہ شخص نہایت ہی آسانی کے ساتھ ان چیزوں سے بھی بچ جائے گا جو اس کے واسطے حرام اور ناجائز ہیں۔

غیر شرعی اور ممنوع حرکات سے بچنے ہی کا نام تقویٰ اور پرہیزگاری ہے، اور تقویٰ و پرہیزگاری کا حصول جس خوبی اور آسانی کے ساتھ روزہ سے ہو سکتا ہے کسی اور چیز سے ممکن نہیں۔

اسی سے یہ بات بھی سمجھ لیجیے کہ روزہ دار جبکہ روزہ رکھ کر جائز اور حلال چیزیں چھوڑ دیتا ہے تو پھر جو ناجائز و حرام چیزیں ہیں اگر ان سے وہ اجتناب نہ کرے تو کتنی بڑی تعجب کی بات ہے۔ (خطبات)

روزہ اور غریب پروری

روزہ کا دوسرا فائدہ یہ ہے کہ جب ہم روزہ رکھتے ہیں، بھوک اور پیاس کی شدت ہمیں تڑپاتی ہے تو اس سے ہمیں غریبوں کی بھوک کا احساس ہوتا ہے اور ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ جب کھانا یا پانی نہ ملے تو کیسی پریشانی ہوتی ہے۔ اور کسی پریشانی کا صحیح مداوا اسی وقت ہو سکتا ہے جب اس پریشانی کی سمجھ ہو، اور روزہ ایک بہترین موقع فراہم کرتا ہے ان پریشانیوں کو سمجھنے کا اور غریبوں کی مدد کرنے کا۔ یہی وجہ ہے کہ صدقہ؟ فطر وغیرہ رمضان میں ادا کیا جاتا ہے تاکہ غرباء کی مدد ہو سکے۔ روزہ ہمیں تمام برائیوں سے روکتا ہے، اچھے کاموں کا حکم دیتا ہے، صدقہ و خیرات کرنے کا، غریبوں کی مدد کرنے کا سلیقہ بتاتا ہے۔

حضرت یوسف علیہ الصلاۃ والسلام اور غریب پروری

یہی وجہ ہے کہ حضرت یوسف علیہ الصلاۃ والسلام قحط کے زمانے میں بادشاہِ مصر ہونے کے باوجود صرف ایک وقت کھانا تناول فرماتے، لوگوں نے پوچھا کہ آخر معاملہ کیا ہے کہ آپ پریشان رہتے ہیں اور صرف ایک وقت کھانا تناول فرماتے ہیں؟ آپ کے لیے تو کوئی کمی نہیں ہے۔ آپ مصر کے بادشاہ ہیں۔ تو حضرت یوسف علیہ الصلاۃ والسلام نے ارشاد فرمایا: (یہ وہ تاریخی جملہ ہے جو کہیں سلاطین کی تاریخ میں دیکھنے کو نہیں ملتا) میں کھانا اس لیے کم کھاتا ہوں تاکہ مجھے رعایا کی بھوک کا احساس رہے، اگر میرا پیٹ بھرا ہوگا تو مجھے رعایا کی بھوک کا احساس نہیں رہے گا۔

اللہ اللہ! قربان جایئے حضرت یوسف علیہ الصلاۃ والسلام کی

غریب پروری پر غریبوں کا خیال رکھنے کے لیے محتاجوں کی بھوک کی فکر کرنے کے لیے، ان کے فقر و فاقہ کو یاد رکھنے کے لیے، آپ ایک وقت کھانا تناول فرماتے۔ اسلام یہی تو پیغام دیتا ہے، یہی تو مذہب اسلام کا سبق ہے ۔ غریبوں کی مدد ایسے کی جاتی ہے غریب پروری اسے کہا جاتا ہے۔

روزہ ہمیں اسی غریب پروری کی ترغیب دیتا ہے۔ جب ہم بھوکے رہتے ہیں تو ہمیں یہ احساس دلاتا ہے کہ وہ ہمارا بھائی جو بھوکا ہے، جسے کھانا میسر نہیں ہے، جسے اشیائے خوردنی حاصل نہیں ہوتیں، وہ بھوک کی تڑپ میں کیسا پریشان ہوتا ہوگا؟ جب ہمیں یہ احساس ہوگا، تو ہم ان کی مدد بھی کریں گے۔ یہی وجہ ہے کہ کچھ جگہوں پر رواج ہے رمضان کے مہینے میں جب افطار تیار کرتے ہیں تو محلے کے لوگوں کو بھی پہنچاتے ہیں، تا کہ اگر ان میں سے کوئی غریب آدمی ایسا ہے جو افطار تیار نہیں کر سکتا تو اس کے پاس بھی کھانا پہنچ جائے۔

فضائل رمضان المبارک

یہ مہینہ وہ مبارک مہینہ ہے جس میں ہمیں قرآن جیسی عظیم دولت اللہ رب العزت نے عطا فرمائی ہے۔ فرمان باری تعالیٰ ہے:
شَهرُ رَمَضَانَ الَّذِی اُنزِلَ فِیهِ الْقُرْاٰنُ هُدًی لِّلنَّاسِ وَبَیِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰی وَالْفُرْقَانِ
رمضان کا مہینہ جس میں قرآن اُترا لوگوں کے لیے ہدایت اور رہنمائی اور فیصلہ کی روشن باتیں۔ (البقرہ)

یہی وہ مبارک اور مقدس مہینہ ہے جس میں جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور جہنم کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں؛ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: »إِذَا جَاءَ رَمَضَانُ فُتِحَتْ أَبْوَابُ الْجَنَّةِ، وَغُلِّقَتْ أَبْوَابُ النَّارِ، وَصُفِّدَتِ الشَّيَاطِينُ« جب رمضان آتا ہے جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور دوزخ کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں اور شیاطین بیڑیوں میں جکڑ دیئے جاتے ہیں۔ (صحیح مسلم)

سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم کا فرمانِ عالیشان ہے: "جب ماہِ رمضان کی پہلی رات آتی ہے تو جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور ان میں سے کوئی دروازہ بند نہیں ہوتا اور جہنم کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں اور ان میں سے کوئی دروازہ نہیں کھلتا۔ اور ایک منادی ندا کرتا ہے: "اے اچھائی مانگنے والے! (اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی طرف) آگے بڑھ اور اے شریر! (شر سے) باز آ جا۔" اللہ عَزَّوَجَلَّ ماہِ رمضان کی ہر رات میں کئی لوگوں کو آگ (جہنم) سے آزادی عطا فرماتا ہے۔" (جامع ترمذی)

گناھوں کی بخشش

یہی وہ مقدس مہینہ ہے جس میں گزشتہ گناہوں کی بخشش کا پروانہ مل جایا کرتا ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ صَامَ رَمَضَانَ إِيمَانًا وَاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ. جس نے رمضان کے روزے ایمان اور خالص نیت کے ساتھ رکھے اس کے پچھلے گناہ بخش دیئے گئے۔ (صحیح بخاری)

نوٹ: جہاں کہیں بھی گناہوں کی بخشش کا عام حکم فرمایا گیا ہے وہاں گناہِ صغیرہ مراد ہیں۔ گناہِ کبیرہ اور وہ گناہ مراد نہیں جو حقوق العباد سے متعلق ہیں۔

روزہ دار کے منہ کی بو، اللہ کے نزدیک مشک کی خوشبو سے زیادہ پاکیزہ:

سرکارِ دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم ارشاد فرماتے ہیں۔ اللہ عزوجل کا فرمان عالیشان ہے: "الصَّوْمُ لِي وَأَنَا أَجْزِي بِهِ يَدَعُ شَهْوَتَهُ، وَأَكْلَهُ وَشُرْبَهُ مِنْ أَجْلِي، وَالصَّوْمُ جُنَّةٌ وَلِلصَّائِمِ فَرْحَتَانِ: فَرْحَةٌ حِينَ يُفْطِرُ، وَفَرْحَةٌ حِينَ يَلْقَى رَبَّهُ، وَلَخُلُوفُ فَمِ الصَّائِمِ أَطْيَبُ عِنْدَ اللَّهِ مِنْ رِيحِ الْمِسْكِ." کہ روزہ خالص میرے لیے ہوتا ہے اور میں ہی اس کا بدلہ دیتا ہوں۔ بندہ اپنی شہوت، کھانا پینا میری رضا کے لیے چھوڑتا ہے اور روزہ گناہوں سے بچنے کی ڈھال ہے اور روزہ دار کے لیے دو خوشیاں ہیں۔ ایک خوشی اُس وقت جب وہ افطار کرتا ہے اور ایک خوشی اُس وقت جب وہ اپنے رب سے ملتا ہے اور روزہ دار کے منہ کی بو، اللہ کے نزدیک مشک کی خوشبو سے زیادہ پاکیزہ ہے۔ (صحیح بخاری)

سخت گرمی میں نفلی روزے رکھنے والا اعرابی

حضرت سعید بن ابی، سے منقول ہے کہ "ایک مرتبہ "حَجّاج" نامی شخص حج کے ارادے سے نکلا۔ مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ زَادَهُمَا اللهُ شَرَفاً وَّتَعْظِيمًا کے درمیان پانی کے قریب قیام کیا۔ پھر دسترخوان بچھوا کر کھانا منگوایا اور اپنے خادم سے کہا: "جاؤ! دیکھو! آس پاس کوئی شخص نظر آئے تو اسے میرے پاس لے آؤ، تا کہ وہ میرے ساتھ کھانا کھالے اور میں اس سے کچھ گفتگو کرلوں۔ 'خادم کسی آدمی کی تلاش میں ادھر ادھر گھومنے لگا۔ بالآخر پہاڑ کے قریب اسے ایک اَعرابی، بکری کے بالوں کی چادر اوڑھے سویا ہوا نظر آیا۔ اس نے پاؤں مار کر اعرابی کو جگایا اور کہا: "چلو، تمہیں ہمارا امیر بُلا رہا ہے۔" وہ اَعرابی حَجّاج کے پاس آیا تو اس نے کہا: "اپنے ہاتھ دھولو اور میرے ساتھ کھانا کھاؤ۔" اعرابی نے جواب دیا: "تجھ سے پہلے میں ایک ایسی ہستی کی دعوت قبول کر چکا ہوں جو تجھ سے بہتر ہے۔"

حَجّاج نے پوچھا: "وہ کون ہے؟" اعرابی نے کہا: "وہ اللہ تبارک وتعالیٰ ہے۔ اس نے مجھے روزہ رکھنے کی دعوت دی میں نے اس کی دعوت قبول کرتے ہوئے روزہ رکھ لیا۔" حَجّاج نے کہا: "اتنی شدید گرمی میں تونے روزہ رکھا ہے؟" کہا: "ہاں! میں نے روزِ محشر کی گرمی کے پیشِ نظر روزہ رکھا ہے۔ جو آج کے دن سے بہت زیادہ ہوگی۔" (عیون الحکایات)

سحری کی برکتیں

ہمارے بہت سارے مسلمان بھائی بغیر سحری کے روزہ رکھتے ہیں۔ میں انہیں بتادوں کہ وہ بھی سحری ضرور کیا کریں کیوں کہ سحری کے کھانے میں اللہ رب العزت نے بڑی برکتیں رکھی ہیں، جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تَسَحَّرُوا فَإِنَّ فِي السَّحُورِ بَرَكَةً ۔ سحری کھاؤ کہ سحری میں برکت ہوتی ہے۔ (صحیح بخاری)

اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سحری کھانے کے لیے کسی کو دعوت دیتے تو یوں ارشاد فرمایا کرتے تھے: هَلُمَّ إِلَى الْغَدَاءِ الْمُبَارَكِ: بابرکت ناشتے پر آؤ۔ (ابوداود)

سحری کا کھانا ہمارے اور اہل کتاب کے روزوں کے مابین تفریق بھی کرتا ہے

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "فَصْلُ مَا بَيْنَ صِيَامِنَا وَصِيَامِ أَهْلِ الْكِتَابِ، أَكْلَةُ السَّحَرِ" ہمارے روزے اور اہل کتاب کے روزے کے درمیان سحری کھانے کا فرق ہے۔ (صحیح مسلم)

لہٰذا آپ تمامی اہلِ سنت وجماعت سے گزارش ہے کہ سحری ضرور کیا کریں۔ ہاں اگر کبھی آنکھ لگ گئی یا کسی اور وجہ سے سحری نہ کرسکیں تو بغیر سحری کے بھی روزہ رکھا جاسکتا ہے، کوئی حرج نہیں۔

افطار میں جلدی کرنا

عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: لَا يَزَالُ النَّاسُ بِخَيْرٍ مَا عَجَّلُوا الْفِطْرَ. میری امت کے لوگوں میں اس وقت تک خیر باقی رہے گی، جب تک وہ افطار میں جلدی کرتے رہیں گے۔ (صحیح بخاری)

نماز تراویح کا ثواب

پیارے پیارے سنی مسلمانو! نماز تراویح کی بڑی فضیلتیں ہیں آپ حضرات نمازِ تراویح ضرور پڑھا کریں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، كَانَ يُرَغِّبُ النَّاسَ فِي قِيَامِ رَمَضَانَ مِنْ غَيْرِ أَنْ يَأْمُرَهُمْ بِعَزِيمَةِ أَمْرٍ فِيهِ، فَيَقُولُ: مَنْ قَامَ رَمَضَانَ إِيمَانًا وَاحْتِسَابًا، غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ.

لوگوں کو بغیر کوئی تاکیدی حکم دیئے رمضان (کی راتوں میں) قیام کی ترغیب دیتے، آپ فرماتے: "جس نے رمضان میں (رات کو) ایمان کے ساتھ اور ثواب چاہنے کے لیے قیام کیا، یعنی نماز تراویح پڑھی اس کے پچھلے گناہ بخش دیئے جائیں گے"۔ (سنن نسائی)

نوٹ: جہاں کہیں بھی گناہوں کی بخشش کا عام حکم فرمایا گیا ہے وہاں گناہِ صغیرہ مراد ہیں۔ گناہِ کبیرہ اور وہ گناہ مراد نہیں جو حقوق العباد سے متعلق ہیں۔

اللہ رب العزت کی بارگاہ میں التجا ہے کہ وہ ہم سب کو ماہِ رمضان کا ادب واحترام کرنے اور روزہ رکھنے کی توفیق مرحمت فرمائے۔ اور ماہِ رمضان المبارک کے صدقے ہماری مغفرت فرمائے۔ (آمین)

☆☆☆☆☆☆

فیصلہ

بابت: لاک ڈاؤن جیسے حالات میں جمعہ وعیدین کی صحت اور ''اذن عام'' کے تحقق کا مسئلہ بموقع اٹھارہواں سالانہ فقہی سیمینار شرعی کونسل آف انڈیا، بریلی شریف

منعقدہ: ۲۰، ۲۱/ رجب المرجب ۱۴۴۲ھ مطابق ۵، ۶/ مارچ ۲۰۲۱ء (نشست اول ودوم)

بمقام: علامہ حسن رضا کانفرنس ہال، مرکز الدراسات الاسلامیہ جامعۃ الرضا، بریلی شریف

سوال(۱):

جمعہ وعیدین کے لیے ''اذن عام'' کی شرط کا لحاظ کس حد تک لازم وضروری ہے؟ کیا اذن سلطان کی شرط کی طرح بر بنائے ضرورت ومجبوری ''اذن عام'' کی شرط کے تحقق کے بغیر بھی لاک ڈاؤن جیسے حالات میں صحت جمعہ وعیدین کا حکم دیا جا سکتا ہے؟

الجواب (۱):

بحث وتمحیص کے بعد باتفاق مندوبین یہ طے ہوا کہ صحت جمعہ وعیدین کے لیے باتفاق مشائخ حنفیہ ''اذن عام'' شرط لازم ہے جس کے بغیر صحت جمعہ وعیدین کا حکم ہرگز نہیں دیا جا سکتا ہے۔

درمختار میں ہے: ''الاذن العام ای ان یاذن للناس اذنا عامابان لا یمنع احداممن تصح منه الجمعة عن دخول الموضع الذی تصلی فیه'' (۳/ ۲۵)

فتاویٰ ولوالجیہ میں ہے: ''الاداء علی سبیل الاشتهار شرط'' (۱/ ۱۵۰)

فتاویٰ رضویہ میں ہے: ''اذن عام فی نفسہ شرط صحت جمعہ ہے، اجلۂ ائمہ کی نقل اور محرر مذہب امام محمد سے بلا خلاف منقول کہ قلعہ سے باہر بھی جمعہ ہوا اور قلعہ میں بھی سلطان نے پڑھا، اگر قلعہ میں آنے کا اذن عام دیا تھا تو دونوں جمعے صحیح ہو گئے ورنہ باہر کا جمعہ صحیح ہوا اور قلعہ کا باطل۔ اھ (۳/ ۲۷۷)

اس شرط کا ظاہر الروایۃ میں مذکور نہ ہونا اور صرف نادر الروایۃ میں ہونا اہمیت کو کم نہیں کرے گا۔

شرح عقود رسم المفتی میں ہے: ''روی عن جمیع اصحابه من الکبار کابی یوسف ومحمد وزفر والحسن انهم قالوا ماقلنا فی مسئلة قولا الا وهو روایتنا عن ابی حنیفة واقسموا علیه ایمانا غلاظا فلم یتحقق اذن فی الفقه جواب ولا مذهب الا له کیف ماکان'' (ص ۱۹۸)

اسی میں ہے: ''وفی الخانیة وان کانت المسئلة فی غیر ظاهر الروایة ان کانت توافق اصول اصحابنا یعمل بها'' (ص ۲۲۸)

اسی میں ہے: ''وفی قضاء الفوائت من البحران المسئلة اذالم تذکر فی ظاهر الروایة وتثبت فی روایة اخری تعین المصیر الیها (ص ۱۵۰)

سیدنا اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں: ''وقلت وعدم الذکر لیس ذکر العدم ولا ریب فی العمل بروایة النوادر فیما لم تخالف ظاهر الروایة فلذا جزمت به المتون مع وضعها لنقل المذهب'' (جد الممتار، ج ۲/ ص ۴۰۰) واللہ تعالیٰ اعلم

سوال(۲):

دروازۂ مسجد کو بند کرنا ''اذن عام'' کے منافی ہے یا نہیں؟ کورونا وائرس کے سبب لاک ڈاؤن جیسے حالات میں جب کہ حکام مسجد بند کرنے کا حکم دیں یا بھیڑ آ جانے کا خطرہ ہو تو دروازۂ مسجد بند کر کے جمعہ کی اجازت دی جائے یا جمعہ کے بدلے ظہر پڑھنے کا حکم دیا جائے؟ باب قلعہ والے جزئیہ سے باب مسجد بند کر کے صحت جمعہ پر استدلال صحیح ودرست ہے یا غلط وفاسد؟

الجواب (۲):

باتفاق رائے طے ہوا کہ ائمہ احناف نے ''اذن عام'' کی تشریح کرتے ہوئے اس کا معنیٰ دروازہ کھلا رکھنا'' بتایا ہے اس لیے دروازۂ مسجد کو بند کرنا بلا شبہ اذن عام کے منافی ہے۔

مجمع الانہر میں ہے: ''والاذن العام وهو ان یفتح ابواب الجامع للواردین'' (۱/ ۳۶)

اور دروازۂ مسجد بند کرنے کی متعدد صورتیں ہیں:

(ا) دروازۂ مسجد کو مقیمین جمعہ نے خود بند کیا خواہ حکام کے حکم پر یا بھیڑ آ جانے کے خطرہ کے سبب تو اب ان کا جمعہ صحیح نہیں ہوگا، لہٰذا انہیں جمعہ کی اجازت نہیں، بلکہ تنہا تنہا نماز ظہر پڑھیں۔

ردالمحتار میں ہے: ''المراد الاذن من مقیمها کمافی

البر جندی من انہ لو اغلق جماعۃ باب الجامع وصلوا فیہ الجمعۃ لا یجوز "(۳/۲۵)

فتاویٰ رضویہ میں ہے:"اذن انہی لوگوں کا شرط ہے جو اس جمعہ کی اقامت کرتے ہیں"(۳/۶۷۸)

(۲) مسجد کا دروازہ حکومتی عملہ نے یا مسجد میں موجود مصلیان جمعہ کے علاوہ کسی اور نے بند کر دیا تو اب ان مصلیان جمعہ کا جمعہ صحیح ہوگا کہ ان کی طرف سے ممانعت نہیں۔

(۳) مسجد کا دروازہ مقیمین جمعہ کے کہنے پر غیر مقیمین نے بند کیا تو اس صورت میں بھی جمعہ صحیح نہ ہوگا اور نہیں نماز ظہر پڑھنی ہوگی اور باب قلعہ کے بند کر دینے کی صورت میں صحت جمعہ کے قول سے استدلال کرنا کہ باب مسجد بند کرنے کی صورت میں بھی جمعہ صحیح ہے غلط اور فاسد ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

سوال (۳):

دشمن کے خوف یا عادت قدیمہ کے سبب وقت جمعہ باب قلعہ بند ہونے سے "اذن عام" رہے گا یا ختم ہو جائے گا؟ اور اہل قلعہ کا جمعہ صحیح ہوگا یا نہیں؟ اس سلسلے میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ کا موقف کیا ہے؟

الجواب (۳):

بحث و مذاکرہ اور اس مسئلہ سے متعلق عبارات فقہیہ میں کامل غور وخوض کے بعد مندوبین کرام نے اس مر پر اتفاق کیا کہ دشمن کے خوف یا عادت قدیمہ کے سبب وقت جمعہ باب قلعہ بند ہونے سے اذن عام ختم ہو جائے گا اور اس قلعہ کا جمعہ صحیح نہ ہوگا۔ سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری قدس سرہ کا یہی موقف ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

سوال (۴):

جب حکام کی طرف سے چند نمازیوں کو چھوڑ کر عام نمازیوں کو مسجد میں جانا ممنوع قرار دے دیا جائے تو اس صورت میں مسجد کا حکم جیل جیسا ہو جائے گا یا نہیں؟ اور دروازۂ مسجد بند کر کے جمعہ پڑھیں یا کھول کر بہر صورت کیا جمعہ صحیح ہوگا یا ظہر پڑھنے کا حکم دیا جائے گا؟

الجواب (۴):

بحث و مباحثہ اور طویل مذاکرہ کے بعد یہ طے ہوا کہ مسجد میں عام نمازیوں کو جانے سے ممانعت کے سبب مسجد کا حکم جیل جیسا نہیں ہوگا اور اگر مقیمین جمعہ دروازہ بند کر کے جمعہ پڑھیں گے تو جمعہ صحیح نہیں ہوگا اور اگر وہ دروازہ خود بند نہ کریں نہ خود بند کرائیں تو جمعہ صحیح ہوگا اور ظہر پڑھنے کا حکم نہ ہوگا۔

ردالمحتار کی عبارت گزری کہ: **المراد الاذن من مقیمها کما فی البرجندی من انه لو اغلق جماعة باب الجامع وصلوا فیه الجمعة لا یجوز** "(۳/۲۵) واللہ تعالیٰ اعلم

سوال (۵):

لاک ڈاؤن جیسے حالات میں ایک ہی مسجد میں متعدد بار جمعہ یا عیدین کی متعدد جماعتیں قائم کی جا سکتی ہیں یا نہیں؟ یوں ہی گھروں، فلیٹوں اور بلڈنگوں میں جمعہ وعیدین کی اقامت ہو سکتی ہے یا نہیں؟ اگر ہاں تو اس کے کیا شرائط ہوں گے اور بر بنائے ضرورت ومجبوری "اذن عام کی شرط کے تحقق کے بغیر بھی صحت جمعہ وعیدین کا فتویٰ دیا جا سکتا ہے یا نہیں

الجواب (۵):

لاک ڈاؤن جیسے حالات میں ایک ہی مسجد میں متعدد بار جمعہ یا عیدین کی متعدد جماعتیں قائم کرنا مقصود اقامت جمعہ کو فوت کرنا ہے اور عام حالات میں شرائط جمعہ کا لحاظ نہ رکھنے کے سبب جمعہ کا ہی فوت کرنا ہوگا۔ لہٰذا اس کی اجازت نہیں اور صحت جمعہ کے لیے مسجد شرط نہیں لہٰذا گھر، فلیٹ وغیرہ میں بھی شرائط جمعہ پائے جانے کی صورت میں جمعہ صحیح ہوگا مگر لاک ڈاؤن جیسے حالات میں گھر اور فلیٹ میں اقامت جمعہ کی اجازت نہیں دی جا سکتی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

سوال (۶):

لاک ڈاؤن جیسے حالات میں اگر حکام صفوں میں فاصلہ رکھنے اور ہر دو نمازی کے درمیان فرجہ چھوڑنے پر مجبور کریں اور ان کا حکم نہ ماننے کی صورت میں کیس، مقدمہ کا ڈر ہو یا عزت وآبرو کو خطرہ لاحق ہو تو کیا ان حالات میں صفوں میں فاصلہ رکھنے اور فرجہ چھوڑنے کی اجازت ہوگی اور نماز بلا کراہت ہو جائے گی؟

الجواب (۶):

نماز میں تسویہ اور اتفصال صفوف نہایت اہم ہے، اس کا ترک حرام وگناہ ہے مگر یہ واجبات صفوف سے ہے اس لیے لاک ڈاؤن جیسے حالات میں اگر حکام صفوں میں فاصلہ رکھنے اور ہر دو نمازی کے درمیان فرجہ چھوڑنے پر مجبور کریں اور ان کا حکم نہ ماننے کی صورت میں کیس، مقدمہ کا ڈر ہو یا عزت وآبرو کو خطرہ لاحق ہو تو صفوں میں فاصلہ رکھنے اور فرجہ چھوڑنے کی اجازت ہوگی اور نماز بلا

کراہت ہو جائے گی اور اس نماز کے اعادہ کا حکم نہ ہوگا۔

عمدۃ القاری میں ہے:" الامر بتسوية الصفوف، وهي من سنة الصلاة عند أبي حنيفة والشافعي ومالك، وزعم ابن حزم انه فرض، لأن اقامة الصلاة فرض، وماكان من الفرض فهو فرض قال صلى الله تعالىٰ عليه وسلم : فان تسوية الصف من تمام الصلاة فان قلت الاصل فى الامر الوجوب ولا سيمافيه الوعيد على ترك تسوية الصفوف فدل على انها واجبة، قلت: هذا الوعيد من باب التغليظ والتشدد تاكيدا وتحريضا على فعلها، كذا قاله الكرماني: وليس بسديد، لأن الامر المقرون بالوعيد يدل على الوجوب، بل الصواب ان يقول: فلتكن التسوية واجبة بمقتضى الامر، ولكنها ليست من واجبات الصلاة بحيث انه اذا تركها فسدت صلاته او نقصتها غاية مافى الباب اذاتركها يأثم "(۴/ ۳۵۴) واللہ تعالیٰ اعلم

فقیر ضیاء المصطفیٰ قادری غفرلہ

۲۳/رجب المرجب ۱۴۴۲ھ

☆☆☆☆☆☆☆

(بقیہ صفحہ ۳۰/کا)

اوراس کے تحت ردالمحتار میں ہے:"کالکل هو المشهور من الرواية عن ابى حنيفة وهو الصحيح على ماقاله غير واحدشرح اللباب قوله ولاباس بتغطية اذنيه وقفاه كذابقية البدن اه"

"بلاثوب كذافي الفتح والبحر والظاهر انه لو كان الوضع بالثوب ففيه الكراهة التحريمة فقط لان الانف لايبلغ ربع الوجه"(كتاب الحج باب الجنايات، ۳/ ۵۷۱)والله تعالىٰ اعلم بالصواب

سوال(۳):

کیا اس مسئلہ میں کسی اور دبستان فقہ سے پھول چن کر خوشبو لینے کی اجازت ہوگی۔

الجواب(۳):

جملہ مندوبین کرام اس امر پر متفق ہیں کہ اگرچہ عندالضرورۃ تقلید غیر جائز ہے مگر مسئلہ مبحوث عنہا میں مذہب حنفی سے عدول کرنے کی کوئی حاجت وضرورت نہیں پائی جارہی ہے لہٰذا کسی اور دبستان فقہ سے پھول چن کر خوشبو لینے کی اجازت نہیں ہے۔

سوال(٤):

حالت نماز میں ماسک لگانے سے نماز کی صحت پر کوئی اثر پڑے گا یا نہیں؟ اگر پڑے گا تو کس حد تک پڑے گا؟

الجواب(٤):

جملہ مفتیان کرام اور مندوبین حضرات اس بات پر متفق ہیں کہ ارشاد حدیث پاک کے سبب حالت نماز میں ناک ومنھ چھپانا مکروہ تحریمی ہے اور فقہائے کرام نے اس کی علت تشبہ بالمجوس قرار دیا ہے۔

مبسوط للامام السرخسی میں ہے:ويكره فى الصلاة تغطية الفم لحديث ابى هريرة رضى الله تعالىٰ عنه ان النبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم نهى عن ان يغطى المصلى فاه ولانه ان غطاه بيده فقد قال: كفوا ايديكم فى الصلاة وان غطاه بثوب فقد نهى عن التلثم فى الصلاة وفيه تشبه بالمجوس فى عبادتهم النار"(۲/ ۳۱، مكروهات الصلاة)

چونکہ حدیث پاک میں حالت نماز میں بلا عذر منھ چھپانے کی ممانعت مراد ہے اور سبب کراہت وممانعت تشبہ بالمجوس بھی ہے، اس لیے بلاوجہ ماسک لگا کر نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

سوال(۵):

حالت نماز میں ماسک لگانے پر حکومت کی طرف سے جبر یا عدم جبر کی صورت میں حکم یکساں رہے گا یا فرق ہوگا؟ اس کی تفصیل کر کے حکم واضح فرمائیں۔

الجواب(۵):

جملہ مندوبین اس امر پر متفق ہیں کہ جبر واکراہ کے سبب منھ پر ماسک لگانا مکروہ تحریمی نہیں ہے اسی طرح اگر کوئی کورونا سے تحفظ کی نیت سے ماسک لگائے تو اس میں تشبہ بالمجوس اور کراہت تحریمی نہیں مگر بلا جبر واکراہ کی صورت میں کراہت ضرور ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

فقیر ضیاء المصطفیٰ قادری غفرلہ

۲۴/رجب المرجب ۱۴۴۲ھ

☆☆☆☆☆☆☆

فیصلہ

بابت: حالت احرام اور نماز میں ماسک لگانے کی شرعی حیثیت بموقع اٹھارہواں سالانہ فقہی سیمینار شرعی کونسل آف انڈیا، بریلی شریف

منعقدہ: ۲۱ رجب المرجب ۱۴۴۲ھ مطابق ۶ مارچ ۲۰۲۱ء (نشست سوم)

بمقام: علامہ حسن رضا کانفرنس ہال، مرکز الدراسات الاسلامیہ جامعۃ الرضا، بریلی شریف

سوال(۱):

حالت احرام میں ماسک لگانا چہرہ چھپانے کے حکم میں ہے یا نہیں؟ تفصیل سے واضح فرمائیں

الجواب(۱):

باتفاق مندوبین طے ہوا کہ ماسک لگانے سے کم از کم چوتھائی چہرہ چھپانا متحقق ہے لہٰذا چہرہ پر ماسک لگانے سے چوتھائی چہرہ چھپانے کا حکم نافذ ہوگا۔

درمختار میں ہے:"تغطية ربع الراس او الوجه كالكل" (۳/ ۵۷۹)

اور اس کا حکم یہ ہے کہ اگر محرم بالقصد بلا عذر چہرہ پر ماسک لگائے گا تو اس پر کفارہ واجب ہے اور وہ گنہگار بھی ہوگا۔ لہٰذا ادائیگی کفارہ کے ساتھ اس پر توبہ بھی واجب ہوگی۔

بہار شریعت میں ہے: ''محرم اگر بالقصد بلا عذر جرم کرے تو کفارہ واجب ہے اور گنہگار بھی ہوا لہٰذا اس صورت میں توبہ واجب کہ محض کفارہ سے پاک نہ ہوگا جب تک توبہ نہ کرے۔'' (۱۱۶۲/۱)

سوال(۲):

کورونا سے متاثر مریض حکومتی قانون کی بنا پر حج وعمرہ کے لیے نہیں جا سکتے ہیں تو جن حضرات کو حج وعمرہ کی سعادت ملے گی وہ سب بظاہر کورونا مریض نہیں ہوں گے پھر بھی ان کو ماسک لگانا ہوگا، یہ جنایت اختیاریہ کے حکم میں ہے یا غیر اختیاریہ میں؟ اور مرتکب جنایت پر کیا حکم نافذ ہوگا؟

الجواب (۲):

بالقصد بلا عذر ارتکاب جنایت میں کفارہ اور توبہ دونوں واجب ہیں، اگر حکومت کے جبری قانون کے سبب لگایا تو گناہ نہیں ہوا مگر کفارہ دینا ہوگا اور جب تک اس خوف سے لگائے رہے گا ایک ہی کفارہ لازم آئے گا اگر چہ وقتاً فوقتاً اتار لیتا ہو، اس کی نظیر خوف دشمن کے سبب کپڑا پہننے اور اتارنے کا مسئلہ ہے۔

ردالمحتار میں ہے:"و اذا حضره العدو فاحتاج الى اللبس للقتال اياما يلبسها اذا خرج وينزعها اذا رجع فعليه كفارة واحدة مالم يذهب هذا العدو فان ذهب وجاء عدو غيره لزمه كفارة اخرى" (۵۱۲/۳)

اور اگر صرف حفاظتی تدبیر کے پیش نظر اپنی مرضی سے لگایا تو اس صورت میں کفارہ بھی ہوگا اور گناہ بھی ہوگا، جس سے توبہ واجب ہے اور ادائیگی کفارہ میں تفصیل یہ ہے کہ اگر ایک پورا دن یا کامل رات لگائے رکھا تو خاص حدود حرم میں ایک قربانی کرنی ہوگی اور اگر اس سے کم وقت تک لگایا تو صدقہ فطر کی طرح خاص صدقہ ہی دینا واجب ہوگا یعنی دو کلو پینتالیس گرام گیہوں یا اس کی قیمت ادا کرنی ہوگی۔

فتاویٰ رضویہ میں ہے: عذر و بے عذر میں اتنا فرق ہے کہ اگر بے عذر ایک دن کامل یا ایک رات کامل یا اس سے زائد سر چھپا رہا تو خاص حرم میں ایک قربانی ہی کرنی ہوگی جب چاہے کرے۔ دوسرا طریقہ کفارہ کا نہیں اور عذر مثلاً بخار یا سردی یا زخم یا درد کے سبب اتنی مدت چھپایا تو اختیار ہوگا حرم میں قربانی کرے یا جہاں چاہے جب چاہے تین صاع گیہوں یا مثلاً چھ صاع جو چھ مسکینوں کو دے یا تین روزے جس طرح چاہے رکھ لے اور اگر کامل دن یا رات کی مدت سے کم چھپا رہا اگر چہ کتنی ہی تھوڑی دیر کو تو بے عذری کی صورت میں صدقہ فطر کی طرح خاص صدقہ ہی لازم ہوگا یعنی نیم صاع گیہوں یا مثلاً ایک صاع جو کہ جہاں چاہے دے اور بصورت عذر مختار ہوگا چاہے یہ صدقہ دے یا ایک روزہ جہاں چاہے رکھ لے'' (۶۸۷/۴، ۶۸۸)

تنویر الابصار اور درمختار میں ہے:"الواجب دم على محرم بالغ ولو ناسيا او جاهلا او مكرها ان طيب عضوا كاملا او ستر راسه وتغطية ربع الراس او الوجه كالكل ولا باس بتغطية اذنيه وقفاه ووضع يديه على انفه بلا ثوب"

(**بقیہ صفحہ ۲۹ کا**)

زکاۃ کا وہ مصرف جو بھلا دیا گیا

محمد زاہد علی مرکزی کالپی شریف، چیئرمین تحریک علمائے بندیل کھنڈر، رکن روشن مستقبل دہلی

زکات کے دیگر مصارف پر ہمارے علما برابر بولتے بھی رہتے ہیں اور سمجھاتے بھی رہتے ہیں، لیکن زکات کے اس مصرف پر میں نے علما کی گفتگو نہ سنی اس لیے میں نے سوچا آج ہم زکات کے صرف اسی ایک مصرف پر گفتگو کریں گے جسے ہم یکسر بھول چکے ہیں۔

ہمیں چاہیے کہ اس طرف بھی توجہ دیں کیونکہ ہمارے جو بھائی، بہن جیلوں میں بند ہیں اور انھیں کوئی ضمانت دلانے والا موجود نہیں ہے، تو انھیں آزاد کرائیں، یہ بہت ہی اچھا کام ہے ویسے ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ ہم اپنے قرب وجوار میں ایسے لوگوں کو تلاش کر کے ان کی ضمانتیں کراتے لیکن ایسا نہیں کر سکتے تو کم از کم زکات کا پیسہ اکٹھا کر کے ایسے غریب لوگ جو کیس نہیں لڑ سکتے انھیں ضمانت دلوانے کی کوشش کریں، کوئی وکیل کر لیں اور اسی کی نگرانی میں یہ کام شروع کر دیں، آپ کی زکات بھی ادا ہو جائے گی اور اس شخص کو جیل سے رہائی۔

اللہ کے پیارے نبی اس تعلق سے کیا فرماتے ہیں یہ بھی دیکھتے چلیں، ابن ماجہ کی یہ حدیث ملاحظہ فرمائیں

حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ، حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ، عَنْ سَالِمِ بْنِ أَبِي الْجَعْدِ، عَنْ شُرَحْبِيلَ بْنِ السِّمْطِ، قَالَ: قُلْتُ لِكَعْبٍ: يَا كَعْبَ بْنَ مُرَّةَ، حَدِّثْنَا عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاحْذَرْ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: مَنْ أَعْتَقَ امْرَأً مُسْلِمًا، كَانَ فِكَاكَهُ مِنَ النَّارِ يُجْزِءُ بِكُلِّ عَظْمٍ مِنْهُ عَظْمٌ مِنْهُ، وَمَنْ أَعْتَقَ امْرَأَتَيْنِ مُسْلِمَتَيْنِ، كَانَتَا فِكَاكَهُ مِنَ النَّارِ يُجْزِءُ بِكُلِّ عَظْمَيْنِ مِنْهُمَا عَظْمٌ مِنْهُ.

حضرت شرحبیل فرماتے ہیں کہ میں نے کعب رضی اللہ عنہ سے کہا: کعب بن مرہ! ہم سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث بیان کریں، اور احتیاط سے کام لیں، انہوں نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا: جو شخص کسی مسلمان کو آزاد کرے گا تو وہ اس کے لیے جہنم سے نجات کا ذریعہ ہوگا، اس کی ہر ہڈی اس کی ہر ہڈی کا فدیہ بنے گی، اور جو شخص دو مسلمان لونڈیوں کو آزاد کرے گا تو یہ دونوں اس کے لیے جہنم سے نجات کا ذریعہ بنیں گی، ان کی دو ہڈیاں اس کی ایک ہڈی کے برابر ہوں گی۔ (ابن ماجہ 2522)

یہ حدیث ہمارے لیے جہنم سے نجات کا بہتر ذریعہ ہے اگر ہم جیلوں میں بند بے قصور مسلم نوجوانوں کی ضمانت میں مدد کریں۔

کاش ہم زکوۃ یوں بھی ادا کرتے!

اس پر آشوب دور میں جہاں بندہ زکوۃ ادا کرنے کے متعلق سوچتا ہے تو اس کی نظر سب سے پہلے مدارس کی طرف اٹھتی ہے اور وہ صرف انھیں کو مصرف زکوۃ سمجھتا ہے، حالانکہ رب قدیر نے زکات کے آٹھ مصارف شمار کرائے ہیں:

اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَ الْمَسٰكِيْنِ وَ الْعٰمِلِيْنَ عَلَيْهَا وَ الْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ وَ فِي الرِّقَابِ وَ الْغٰرِمِيْنَ وَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَ ابْنِ السَّبِيْلِ فَرِيْضَةً مِّنَ اللّٰهِ وَ اللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ (۹/۶۰)

زکوۃ تو انہیں لوگوں کے لیے ہے محتاج اور نرے نادار اور جو اسے تحصیل کر کے لائیں اور جن کے دلوں کو اسلام سے الفت دی جائے اور گردنیں چھڑانے میں اور قرضداروں کو اور اللہ کی راہ میں اور مسافر کو یہ ٹھہرایا ہوا ہے اللہ کا اور اللہ علم و حکمت والا ہے" (اب تالیف قلب کے لیے غیر مسلموں کو زکات منع ہے)

زکوۃ کا ذکر آتے ہی عوام کے ذہن میں جس مصرف کی صورت ابھرتی ہے، وہ ہے مدرسہ، اس کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ علماء کرام نے ذکر زکوۃ کو ایسے پیرایہ میں پیش کیا ہے کہ زکوۃ اور مدرسہ

لازم وملزوم کی حیثیت اختیار کر گئے، دوسرے یہ کہ عوام علماء واہل مدارس کو ہی اکثر گھر گھر زکوٰۃ وصول کرتے ہوئے دیکھتی ہے، تو انھیں یہ لگتا ہے کہ زکوٰۃ مدرسے میں ہی دی جاتی ہے، جبکہ اہل مدارس کے پاس اگر کروڑوں روپے بھی بچ جائیں تو بھی وہ کسی غیر کی مدد کو ہرگز تیار نہیں ہوتے، ہماری زکات سے بینک تو کاروبار کر کے ترقی کرتے ہوئے نظر آتے ہیں مگر ہم یا ہماری قوم نہیں، اہل مدارس (ذخیرہ اندوزی کرنے والے) اس سانپ کی طرح ہیں جو خزانہ پر کنڈلی مارے بیٹھا رہتا ہے نہ خود فائدہ اٹھاتا ہے نہ اٹھانے دیتا ہے، قران میں اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کے متعلق بیان فرماتا ہے " قل لوانتم تملکون خزائن رحمۃ ربی اِذا لامسکتم خشیۃ الاِ نفاق وکان الانسان قتورا" اے محبوب آپ فرما دیجئے کہ اگر تمہیں زمین کے خزانوں کا مالک کر دیا جائے تو تم ضرور اسے خرچ ہو جانے کیڈر سے روک رکھو گے، بیشک انسان بڑا ناشکرا ہے

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ کچھ ائمہ کرام کا یہ قول ہے کہ زکوٰۃ آٹھوں مصارف پر خرچ کرنا واجب ہے.

اس وقت جو مصرف یکسر بھلا دیا گیا ہے وہ ہے "وفی الرقاب "یعنی گردن چھڑانا، دوسرے لفظوں میں یوں کہیے، جیل میں قید بے گناہ، نادار، مسلم نوجوانوں کو آزاد کرانا، یہ ایسا مصرف ہے جسکی اہمیت وافادیت اس حدیث سے بخوبی واضح ہے، آقا علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں، غلام (قیدی) کے ہر ہر عضو کے بدلے اللہ تعالیٰ آزاد کرانے والے کے عضو کو جہنم سے آزادی عطاء فرماتا ہے یہاں تک کہ شرمگاہ کے بدلے شرمگاہ کو، تصور کیجئے، کسی ماں کو اسکے بیٹے سے، کسی بیوی کو اس کے شوہر سے، کسی کے بچوں کو انکے باپ سے ملانے کا اجر کیا ہوگا، اور وہ خوشی جو آپ کو حاصل ہوگی وہ لفظوں میں بیان نہیں کی جاسکتی، اندازہ لگایئے جب راستہ سے تکلیف دہ چیز ہٹانا صدقہ ہے، مسلمان سے اچھی بات کہنا صدقہ ہے، تو کسی کو اس کی حقیقی، عملی زندگی لوٹا دینا کتنا بڑا اجر ہوگا؟

اہل مدارس جیل میں بند بے گناہ مسلم افراد کی رہائی کا کام دوسروں کی بنسبت، زیادہ آسانی سے کر سکتے ہیں، اوراس طرح کے امور کا ذکر کر کے لوگوں کو زیادہ مدد کی درخواست بھی کر سکتے ہیں، سوچ مختلف ضرور ہے مگر ہے درست، بعض لوگ کہ سکتے ہیں کے سارے کام کا ذمہ اہل مدارس پر ہی کیوں؟ تو جناب امت مسلمہ کو ہمیشہ درست راہ دکھانے اور چلانے والے علما ہی ہیں اس لیے آپ کی کوشش لازمی ہے، ہمارے سارے کاموں میں علماء کرام ہی نمائندگی کرتے ہیں، تو یہاں بھی علما ہی آگے آئیں .

برگ حنا پہ لکھتا ہوں میں درد دل کی بات
شاید کہ رفتہ رفتہ لگے دل ربا کے ہاتھ

لہٰذا ہمیں اس مصرف پر بھی توجہ کی ضرورت ہے اور جیلوں میں بند بے گناہ مسلم نوجوانوں کو جیلوں سے نکالنا ہماری ذمہ داری ہے اگر آپ یہ نہیں کر سکتے تو جو لوگ اس طرح کا کام کرنا چاہ رہے ہیں ان کی مدد کیجیے، دو چار لوگ مل کر ہی اگر اس عید پر کسی نوجوان کو ضمانت دلا کر اسے گھر پہنچا دیں یقیناً آپ کے لیے اس سے بڑی خوشی نہیں ہو سکتی اور اجر تو اللہ ہی دینے والا ہے۔

آدمی آدمی کے کام آئے　　وگرنہ کیا چیز آدمیت

☆☆☆☆☆

(بقیہ صفحہ ک ۳۴ کا)

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ مضبوطی سے ازار باندھنے سے یہ مراد ہے کہ آپ ان راتوں میں عادت کریمہ سے زیادہ عبادت فرماتے یا یہ مراد ہے کہ ازواج مطہرات سے بالکل الگ تھلگ رہتے۔ (اشعۃ اللمعات ج ۲ ص ۵۱۱)

شب قدر میں کیا کریں :

اس رات میں دنیا کی رغبتوں سے بے نیاز ہوکر ذکرو اذکار میں مشغول رہیں، اپنے دل کو حسد، بغض، کینہ، عداوت غرور تکبر سے پاک رکھیں، کسی کا مال ناحق کھایا ہو تو واپس کریں، کسی کو تکلیف پہنچائی ہو تو اس سے معافی مانگے، بالخصوص ماں باپ سے اپنا قصور ضرور معاف کرائیں، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان پر دو طرح کے حقوق عائد کیے ہیں: ایک حقوق اللہ اور دوسرا حقوق العباد، اگر حقوق اللہ کی ادائیگی میں سستی اور کاہلی پیدا ہوگئی تو اللہ اپنے فضل وکرم سے معاف کر دے گا، مگر حقوق العباد کے لیے یہ ضابطہ اور قاعدہ مقرر ہے کہ جب تک صاحب حق معاف نہ کر دے اللہ معاف نہیں کرے گا۔ اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق بخشے۔ آمین یارب العلمین

رمضان المبارک کی بہاریں

محمد طیب حسین امجدی سمستی پور بہار (استاذ: طیبۃ العلماء جامعہ امجدیہ رضویہ گھوسی مئو یوپی)

رمضان المبارک نہایت ہی بابرکت وعظمت والا مہینہ ہے، یہ مہینہ اللہ تبارک وتعالی کی رحمت وعنایت کا مہینہ ہے، یہ وہ مہینہ ہے جس کا پہلا عشرہ رحمت، دوسرا عشرہ مغفرت، اور تیسرا عشرہ جہنم سے خلاصی کا ہے ۔رمضان المبارک کے مہینے میں نیکیوں کا ثواب بڑھا دیا جاتا ہے، اور نفل کا ثواب فرض کے برابر اور ایک فرض کا ثواب ستر فرض کے برابر ملتا ہے۔ یہ مہینہ رضائے الٰہی اور خوشنودی رب کا بہترین ذریعہ ہے، اس لیے اس مہینے کی قدر کرنی چاہیے اور اللہ تبارک وتعالی کی رضا کے مطابق اسے گزارنا چاہیے۔

رمضان المبارک کے مہینے میں ہمیں کیا کرنا چاہیے:

اس کے متعلق احادیث کریمہ میں اگرچہ تفصیلی بحث موجود ہے مگر ہم ان میں سے چند کے ذکر پر اکتفا کرتے ہیں:

(۱) رمضان المبارک کا روزہ:

رمضان المبارک کا سب سے اہم کام روزہ ہے ،جس طرح مسلمانوں پر نماز اور زکوۃ فرض ہے، اسی طرح رمضان کا روزہ بھی فرض ہے۔ روزہ کی احادیث کریمہ میں بہت فضیلت آئی ہے۔ روایت ہے کہ حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مجھے کسی عمل کا حکم فرمائیے۔ حضور نے ارشاد فرمایا: روزہ کو لازم کرلو اس کے برابر کوئی عمل نہیں۔ میں نے پھر عرض کیا مجھے کسی عمل کا حکم فرمائیے ارشاد فرمایا: روزہ کو لازم کرلو کہ اس کے برابر کوئی عمل نہیں۔ انہوں نے پھر وہی عرض کیا وہی جواب ارشاد ہوا۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو بندہ اللہ کی راہ میں ایک دن روزہ رکھے اللہ تعالی اس کے منہ کو دوزخ سے ستر برس کی راہ دور فرمادے گا۔ (صحیح المسلم باب فضل الصیام)

روزے کے فوائد :

روزے کے بہت سے فائدے ہیں

(۱) روزہ سے ہمارے اندر تقوی وخشیت الٰہی پیدا ہوتی ہے

(۲) روزہ رکھنے کی وجہ سے انسان کی چشم بصیرت کھلتی ہے

(۳) روزہ رکھنے کی وجہ سے انسان کو اللہ تعالی کی شکرگزاری کا موقع ملتا ہے۔

(۴) روزہ کی وجہ سے انسان کے اندر ہمدردی پیدا ہوتی ہے

(۵) روزہ کی وجہ سے ہمارے جسم اور روح کے اندر صحت اور تندرستی پیدا ہوتی ہے۔

(۶) روزہ محبت الٰہی کا ایک نشان اور علامت بھی ہے

رمضان المبارک کے مہینے میں کیا کرنا چاہیے:

اس مہینے میں دعا بکثرت کرنی چاہیے، اس لیے کہ یہ دعا کی قبولیت کا مہینہ ہے، وجہ یہ ہے کہ اس مہینے میں ہر شخص روزے سے ہوتا ہے اور نماز تلاوت قرآن اوراد ووظائف اور ذکر واذکار میں مشغول ہونے اور گناہوں سے دور رہنے کی وجہ سے انسانوں میں ایک طرح سے فرشتوں سے مشابہت پیدا ہوجاتی ہے ،اور بندہ اللہ تبارک وتعالی کا محبوب اور پسندیدہ بن جاتا ہے اور اس حالت میں اپنے پاک پروردگار سے جو کچھ مانگتا ہے، خداوند قدوس اسے اپنے فضل وکرم سے نوازتا ہے۔

تلاوت قرآن:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بے شک دلوں کو بھی زنگ لگ جاتا ہے، جس طرح لوہے کو زنگ لگ جاتا ہے جب اسے پانی لگ جائے۔ عرض کیا گیا :ان کی صفائی کس سے ہوتی ہے؟ فرمایا: موت کو کثرت سے یاد کرنا اور قرآن کی تلاوت کرنا۔ (مشکوۃ ص ۱۸۹)

دوسری اہم بات یہ کہ قرآن کریم کو رمضان المبارک سے ایک خاص نسبت حاصل ہے کیونکہ اسی مہینے میں قرآن کا نزول ہوا، یہی وجہ ہے کہ صحابہ

کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اس مہینے میں قرآن شریف کی تلاوت کا خوب اہتمام فرمایا کرتے تھے۔بعض صحابۂ کرام دس دن میں بعض سات دن میں اور بعض تو تین ہی دن میں قرآن مجید ختم فرمایا کرتے تھے۔دیگر اسلاف سے بھی رمضان المبارک کے مہینے میں کثرت قرآن کی تلاوت ثابت ہے۔

تراویح :

رمضان کے ساتھ قرآن کی مناسبت کی وجہ سے رمضان میں ایک مخصوص نماز کو مسنون قرار دیا گیا ہے جسے تراویح کا نام دیا گیا ہے۔حدیث پاک میں ہے:

شهر كتب الله عليكم صيامه وسننت لكم قيامه

(سنن ابن ماجہ باب ماجاء فی قیام شھر رمضان) یعنی اس مہینے کے روزے اللہ تعالیٰ نے تم پر فرض کیے ہیں،اور میں نے اس کے قیام (تراویح) کو تمہارے لیے سنت قرار دیا ہے۔امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک تراویح کی نماز سنت مؤکدہ ہے،جس کا ترک جائز نہیں۔

صدقہ وخیرات:

رمضان المبارک کا مہینہ لوگوں کی ضرورت پوری کرنے کا مہینہ ہے،اس لیے اس مہینے میں صدقہ وخیرات کرنا چاہیے۔اللہ تبارک وتعالیٰ کی خوشنودی ورضا کے لیے غربا،فقرا،مساکین،یتیموں کی ضرورت پوری کرنا،ان کا خیال رکھنا کہ کن کے پاس پیسے اور کپڑے نہیں ہیں،انہیں پیسے دینا اور لباس دینا،بھوکوں کے درمیان غلہ تقسیم کرنا،اسی طرح ہر ضرورت مند کی ضرورت پوری کرنا اوران کی مدد کرنا غمخواری کے ساتھ پیش آنا بڑے اجروثواب کا کام ہے۔

حدیث پاک میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھلائی کے کاموں میں سب سے زیادہ سخاوت کرنے والے تھے اور آپ کی سب سے زیادہ سخاوت رمضان کے مہینے میں ہوتی تھی۔(مسلم شریف)

اعتکاف:

رمضان المبارک کا ایک اہم عمل اعتکاف بھی ہے۔اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے:"ولا تباشروهن وانتم عٰكفون فی المساجد"یعنی عورتوں سے مباشرت نہ کرو جب کہ تم مسجد میں اعتکاف کیے ہوئے ہو۔ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کے آخری عشرہ کا اعتکاف فرمایا کرتے۔(بخاری،مسلم)

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس نے رمضان المبارک میں دس دن کا اعتکاف کرلیا تو ایسا ہے جیسے دو حج اور عمرے کیے۔(بہار شریعت)

اعتکاف کے لیے یہ ضروری ہے کہ رمضان المبارک کی بیسویں تاریخ کو غروب آفتاب سے پہلے مسجد کے اندر بہ نیت اعتکاف چلا جائے،اور انتیس کے چاند کے بعد یا تیس کے غروب آفتاب کے بعد مسجد سے باہر نکلے۔

اعتکاف سنت مؤکدہ علی الکفایہ ہے کہ اگر کوئی نہ کرے تو پوری بستی کے لوگ سنت مؤکدہ کے تارک اور گنہ گار ہوں گے،چونکہ معتکف مسجد میں نماز پڑھتا ہے اور اوراد و وظائف اور ذکرو اذکار میں مشغول رہتا ہے اور خداوند قدوس کو منانے کی کوشش کرتا ہے۔رمضان کے اخیر عشرہ میں اعتکاف کرنا اپنے رب کو منانے کا بہترین ذریعہ ہے،اس لیے مسجدوں میں اعتکاف کا اہتمام ہونا چاہیے۔

شب قدر:

شب قدر کون سی رات ہے،اس کے متعلق قرآن مجید اور احادیث کریمہ میں کوئی یقینی صراحت نہیں ملتی،ہاں احادیث کثیرہ سے یہ بات واضح ہے کہ یہ مبارک رات رمضان کے آخری عشرہ کی پانچ طاق راتوں میں سے کوئی ایک ہے۔ہاں اس بات کا بھی ظن غالب ہے کہ وہ طاق رات ستائیسویں شب کی ہے،مگر یہ یقین سے نہیں کہا جاسکتا کہ شب قدر فلاں شب ہے۔یہی وجہ ہے کہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان طاق راتوں میں ذکر وعبادت میں مشغول رہنے کا حکم دیا ہے۔ہاں بعض فضلا کہتے ہیں کہ:اللہ تعالیٰ نے سورہ انا انزلنا میں تین جگہ لیلۃ القدر کا لفظ ذکر کیا ہے،جس کے حروف نو ہیں اوران کا مجموعہ ستائیس ہے اس سے یہ اشارہ ملتا ہے کہ شب قدر ستائیسویں شب ہے۔(اشعۃ اللمعات ج۲ص۵۱۱)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کے آخری عشرہ میں ذکر وعبادت کے لیے جتنی کوشش اور جدوجہد فرماتے اتنی زیادہ کوشش دوسری راتوں میں نہیں کرتے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ جب رمضان کا یہ عشرہ آتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنا تہبند مضبوط باندھ لیتے اور رات بھر جاگتے اور اپنے اہل وعیال کو بھی بیدار رکھتے۔(مشکوٰۃ شریف)

(بقیہ صفحہ ۳۲ میں)☆☆☆☆

رمضان میں شیطان قید پھر بھی گناہ کا صدور!!

تحریر: نازش المدنی مرادآبادی

آمد رمضان کیا ہوتی ہے پھر تو پورا عالم نکھر انکھرا، ہر مسلمان کی پیشانی سجدوں کے نور سے روشن اور زبان ذکر الٰہی سے تر ہوتی ہے۔ اللہ پاک کے آخری نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"إذا جاء رمضان فتحت أبواب الجنة وغلّقت أبواب النار و صفّدت الشياطين" یعنی رمضان شریف کے تشریف لاتے ہی جنت کے دروازے کھول دیے جاتے اور جہنم کے دروازے بند کر دیے جاتے ہیں اور تمام شیطانوں کو قید کر دیا جاتا ہے۔ (مسلم: ص، 543 ح: 1079)

لیکن یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب رمضان شریف میں شیاطین کو قید کر دیا جاتا ہے اور وہی اللہ پاک کی نافرمانی پر نا صرف ابھارتے بلکہ گناہ کرانے کی ذمہ داری بھی انہیں نے لے رکھے ہے تو پھر بھی ہم سے ماہ رمضان المبارک میں گناہ کیوں کر سرزد ہو جاتے ہیں؟

تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس پاک حدیث کی رو سے رمضان میں شیاطین کا قید میں جکڑ نا مبنی برحق ہے، لیکن اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ شیاطین کا اثر انداز ہونا بالکل ختم ہو جاتا ہے، بلکہ دراصل یہ ہے کہ رمضان شریف میں شیاطین کو یا تو پہلے کے مقابلے کمزور کر دیا جاتا ہے اور وہ پہلے کی طرح حملہ نہیں کر پاتے، یا یہ مطلب ہے کہ شیاطین کو اگرچہ قید کر دیا جاتا ہے لیکن اب تمام خرافات اور برے کاموں کو وہ نفس امارہ تن تنہا کرواتا رہتا ہے جس نے عزازیل نامی معلم الملکوت کو بھی شیطان رجیم بنا دیا۔

امام حافظ ابوالعباس ابراہیم قرطبی قدس سرہ العزیز بیان کی ہوئی حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں

فإن قيل: فنرى الشرور والمعاصي في رمضان كثيرا فلو كانت الشياطين مصفّدة لما وقع شرّ فالجواب من أوجهٍ. احدها: إنّما تغل عن الصائمين الصوم الذي حوفظ على شروطه وروعيت آدابه وأمّا ما لم يحافظ عليه فلا يغل عن فاعله الشيطان. والثاني: أنّا لو سلمّنا صفّدت عن كل صائم لكن لا يلزم من تصفيد جميع الشياطين إلّا يقع شرّ لأنّ لوقوع الشرّ أسبابا غير الشياطين وهي النفوس الخبيثة والعادات الركيكة الشياطين الانسيّة. والثالث: أن يكون هذا الأخبار عن غالب الشياطين والمردة منهم وأمّا من ليس من المردة فقد لا يصفّد والمقصود تقليل الشرور وهذا موجود في رمضان لأنّ وقوع الشرور والفواحش فيه قليل بالنسبة الى غيره من الشهور ...(المفهم لما أشكل من تلخيص كتاب مسلم 136 /3 مطبوعہ دار الكلم الطيّب بيروت لبنان)

ترجمہ:-"اگر یہ کہا جائے کہ: ہم رمضان میں بھی بہت سی برائیاں اور گناہ کے کام ہوتے دیکھتے ہیں، اگر شیاطین حقیقت میں جکڑے ہوئے ہوتے تو برائی سرے سے نا ہوتی! اس کا جواب کئی انداز سے دیا جا سکتا ہے:

1-شیاطین کو ایسے روزے داروں تک رسائی سے روک دیا جاتا ہے جنہوں نے روزے کی شرائط اور مکمل آداب کو ملحوظ رکھا، چنانچہ ایسے روزے دار جنہوں نے شرائط یا آداب کا خیال نہیں رکھا ان سے شیاطین کو نہیں روکا جاتا۔

2-اگر ہم یہ مان بھی لیں کہ تمام روزے داروں تک شیاطین کی رسائی نہیں ہوتی، پھر بھی تمام شیاطین کے جکڑے جانے سے یہ لازم نہیں آتا کہ گناہ کا صدور سرے سے ہی ختم ہو جائے، کیونکہ شیاطین کے علاوہ بھی گناہوں کے رونما ہونے کے بہت سے اسباب ہیں، جن میں خبیث لوگ، بری

عادات، اور انسانی شکل میں موجود شیاطین بھی شامل ہیں۔

3- یہ بھی ممکن ہے کہ اس حدیث میں اکثر شیاطین اور شریر قسم کے شیطانوں کے بارے میں کہا گیا ہو، چنانچہ یہ ممکن ہے کہ غیر شریر شیاطین کو نہ جکڑا جاتا ہو۔ مطلب اور مفہوم یہ ہے کہ: شر کے ذرائع کم سے کم ہو جاتے ہیں اور یہ بات رمضان میں بالکل واضح ہوتی ہے؛ کیونکہ دیگر مہینوں کی بنسبت اس ماہ میں گناہوں کی مقدار بہت کم ہوتی ہے"۔

معلوم ہوا کہ فقط شیطان ہی گناہ کرانے کا سبب نہیں بلکہ اور بھی بہت سے اسباب ہیں جن کی وجہ سے بندہ گناہوں کا مرتکب ہو جاتا ہے۔

بہر کیف شیاطین کے قید ہونے سے گناہوں کا صدور کم ضرور ہو جاتا ہے، لیکن کلیۃً ختم نہیں ہوتا، لہٰذا ہمارے اوپر ضروری ہے کہ ہم حالت روزہ میں ہر اس کام سے بھی بچیں جو گناہ کی طرف لے جانے کا امکان رکھتا ہو، مثلاً سحری یا افطار پیٹ بھر کر کرنا کوئی گناہ کا کام نہیں، لیکن روزے کی روحانیت کے خاتمہ کی طرف اس سے عموماً راہ نکل جاتی ہے۔ اللہ پاک ہمیں روزے کی اہمیت کو ملحوظ خاطر رکھ کر ہمیشہ گناہوں سے بچنے کی توفیق بخشے۔ آمین یارب العالمین بجاہ طہ ویس۔

☆☆☆☆☆

صدقات نافلہ کی اہمیت وضرورت

از قلم محمد احمد حسن سعدی امجدی۔
ریسرچ اسکالر۔ البرکات اسلامک ریسرچ اینڈ ٹریننگ انسٹی ٹیوٹ علی گڑھ۔
8840061391

اسلام دنیا کا ایسا واحد مذہب ہے، جو اپنے ماننے والوں کے لیے ہر لحاظ سے آسانیاں اور تمام کاموں میں سہولتیں فراہم کرتا ہے، مذہب اسلام ہمیں ایک ایسا ضابطہ حیات دیتا ہے، جس میں انسانی زندگی میں پیش آنے والے ہر مسئلے کا حل موجود ہے، خواہ وہ دینی مسائل ہوں یا دنیوی، اسلام کبھی بھی اپنے پیروکاروں کو تن تنہا نہیں چھوڑتا بلکہ ہر وقت ان کی اعانت ومدد کرتا ہے، یہاں تک کہ اسلام میں بڑے چھوٹے، امیر وغریب , دولت مند اور محتاج, ہر ایک کے حقوق کو واضح طور پر بیان کر دیا گیا ہے، اللہ عزوجل نے مالداروں کے مال میں غریبوں کا بھی حق رکھا ہے، جوان تک نفلی صدقہ یا زکوۃ کی شکل میں پہنچتا ہے۔ تاکہ اگر مالی طور پر کوئی نہایت ہی کمزور شخص ہو تو وہ بھی مالداروں کے ذریعے اپنی زندگی ایک حد تک خوش گوار بنا سکے، اسلام میں اس مبارک طریقہ کو صدقہ کہا جاتا ہے۔ ویسے تو یہ علم فقہ کا حصہ ہے لیکن مختصر طور پر اسے بیان کر کے اپنے اصل موضوع پر آتا ہوں۔

عام طور پر علما حضرات صدقہ کی تعریف یوں کرتے ہیں:

تعرف الصدقة على أنها كل ما يتم إعطاؤه للمحتاجين من أجل التقرب لله تعالى وطلبا لرضائه.

صدقہ کی تعریف اس طور پر کی جاتی ہے کہ ہر وہ چیز جسے فقراء اور محتاجوں کو اللہ کا قرب اور اس کی رضا اور ثواب کی نیت سے دیا جائے وہ صدقہ ہے۔

صدقہ کی دو قسمیں ہوتی ہیں، صدقہ واجبہ جسے زکوۃ کے نام سے بھی جانا جاتا ہے، شریعت نے مسلمانوں کے مال میں زکوۃ کا ایک نصاب مقرر کیا ہے، اس نصاب کے مال پر سال گزرنے پر زکوۃ فرض ہو جاتی ہے، لہٰذا جب یہ چیزیں پائی جائیں تو کل جمع مال کا ڈھائی فیصد شریعت کے مطابق غربا اور فقرا کا حق ہے۔

لہٰذا قرآن پاک میں اللہ تبارک وتعالی نے زکوۃ کے مصارف یعنی زکات کن کن کو دی جائے، انہیں تفصیلی طور پر بیان فرما دیا ہے،

اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَ الْمَسٰكِيْنِ وَ الْعٰمِلِيْنَ عَلَيْهَا وَ الْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ وَ فِي الرِّقَابِ وَ الْغٰرِمِيْنَ وَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَ ابْنِ السَّبِيْلِ-فَرِيْضَةً مِّنَ اللّٰهِ-وَ اللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ،سورة التوبة 10،آية 60.

زکوٰۃ صرف فقیروں اور بالکل محتاجوں اور زکوٰۃ کی وصولی پر مقرر کئے ہوئے لوگوں اور ان کیلئے ہے جن کے دلوں میں اسلام کی الفت ڈالی جائے اور غلام آزاد کرانے میں اور قرضداروں کیلئے اور اللہ کے راستے میں (جانے والوں کیلئے) اور مسافر کے لئے ہے۔ یہ اللہ کا مقرر کیا ہوا حکم ہے اور اللہ علم والا، حکمت والا ہے۔ترجمہ کنز الایمان۔

زکوۃ کی فرضیت پر قرآن پاک میں بے شمار آیات طیبات اور احادیث ملتی ہیں۔

یہ زکوۃ ہے، جسے مسلمان ہر سال خوشی خوشی اپنی جائز کمائی سے ادا کرتے ہیں، جو کہ غربا اور مساکین کے لیے زندگی گزارنے میں بہت ہی معاون و مددگار ثابت ہوتا ہے اور مدارس چونکہ اسلام کے قلعے ہیں، ان کے ذریعے دینی تعلیم کو فروغ دیا جاتا ہے، قوم کے وہ طلبہ جو تعلیم کے اخراجات برداشت نہیں کر سکتے، مدارس ان کی تعلیم اور قیام وطعام کا انتظام کرتے ہیں، اس لیے لوگوں کو اپنی صدقات نافلہ اور واجبہ کے ذریعے مدارس کا بھی اور قوم کے نادار اور ضرورت مند لوگوں کی مدد کرنی چاہیے۔

صدقہ نافلہ:

زکوۃ کی ادائیگی کے بعد کوئی شخص اگر فقرا اور مساکین پر کچھ خرچ کرنا چاہے، اور اس کا مقصد صرف رضائے الٰہی ہو تو اسے صدقہ نافلہ کہتے ہیں۔

صدقہ نافلہ کے حوالے سے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں

الصَّدقةُ تُطفِءُ غضَبَ الرَّبِّ وتدفَعُ مِيتةَ السُّوءِ. صحيح ابن حبان 3309.

صدقہ اللہ رب العزت کے غضب کو ختم کرتا ہے اور برے خاتمے سے بچاتا ہے،

اس کے علاوہ بھی صدقہ نافلہ کے بے شمار دنیوی اور اخروی فوائد ہیں، جنھیں احادیث میں صراحت سے بیان کیا گیا ہے۔لہٰذا جہاں تک ہو سکے ہمیں صدقات نافلہ کا اہتمام کرنا چاہیے، کیونکہ ہمارے معاشرے میں اب بھی ایسے لاتعداد افراد ہیں جو غربت وافلاس کے سائے میں گھٹ گھٹ کر اپنی زندگی بسر کر لیتے ہیں، لیکن اپنی عزت نفس کی خاطر کسی کے آگے ہاتھ پھیلانا گوارا نہیں کرتے۔تو حسن اخلاق کے ناطے ہم پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ ہم ان کی عزت نفس کا خیال کریں اور اپنی جائز کمائی سے ان غرباء اور مساکین کے لیے مدد فراہم کریں، کیونکہ مالدار حضرات کو اللہ کی طرف سے جو مال ودولت اور رزق میں برکت پہنچتی ہے وہ بھی غریبوں ہی کے صدقے وطفیل ہے۔

لہٰذا اللہ کے نبی حضور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

ابغونى الضُّعفاءَ، فإنَّما تُرزَقونَ وتُنصَرونَ بضُعفائِكُم. جامع ترمذی 1702.

ترجمہ۔تم مجھے کمزوروں یعنی غریبوں اور مسکینوں میں تلاش کرو، کیونکہ تمہیں جو رزق دیا جاتا ہے اور جو تمہیں مدد اور نصرت پہنچتی ہے، وہ تمہارے کمزوروں ہی کے صدقے وطفیل ہے۔

لہٰذا ہمارے معاشرے کے اہل ثروت حضرات کو چاہئے کہ وہ اپنی ضروریات سے کچھ رقم بچا کر کسی غریب کی زندگی کو خوش حال بنائیں اور دونوں جہاں کی نعمتوں سے مالا مال ہوں۔

صدقات نافلہ کے چند بہترین مصارف:

غریب بچیوں کی شادی کرانا:

عصر حاضر میں غریب بچیوں کی شادی کا مسئلہ ایک مشکل ترین المیہ بنتا جا رہا ہے، جس کی سب سے بڑی وجہ معاشرے میں لڑکے والوں کی طرف

سے جہیز کا بے جا مطالبہ اور زیادہ باراتی لانے کی ضد ہے، ایک غریب آدمی، جس کے گھر کا چولہا اس کے روزانہ کی محنت سے چلتا ہے، تو ظاہر ہے کہ بیٹی کی شادی میں جہیز اور باراتیوں کے کھانے اور دیگر چیزوں کا انتظام وانصرام کرنا اس کی استطاعت سے باہر ہے، اور وہ اس کام کے لیے کسی سے قرض بھی نہیں لے سکتا، کیونکہ قرض دینے والا بھی جانتا ہے یہ میرا مال کہاں سے لوٹائے گا، جس کے نتیجے میں بہت سارے والدین جلد بازی میں خودکشی بھی کر لیتے ہیں جیسا کہ آئے دن سوشل میڈیا کی خبروں سے معلوم ہوتا ہے۔لہٰذا اب مالداروں کی ذمہ داری ہے کہ وہ معاشرے میں ایسے مجبور و بے سہارا والدین کے ساتھ ہمدردی اور مواسات کا معاملہ کرتے ہوئے ان کی بیٹی کی شادی کا ذمہ اپنے سر لے لیں، یا چند لوگ اس بات پر متفق ہوکر مجموعی مدد سے ایسی بچیوں کی شادیاں کرائیں تو یہ بہتر معاشرے کی تشکیل میں ایک اہم قدم ہوگا، اور یہ وقت کی اہم ترین ضرورتوں میں سے ہے۔

غریب بچوں کی تعلیم وتربیت:

دور حاضر میں بچوں کی تعلیم دن بدن مہنگی ہوتی جا رہی ہے، صاحب استطاعت حضرات تو اپنے بچوں کو باسانی اعلی تعلیم سے آراستہ کر دیتے ہیں، لیکن غریب والدین کے لیے بچوں کو اچھی تعلیم سے آراستہ کرنا انتہائی مشکل اور دشوار ترین امر ثابت ہو رہا ہے، جس کا نتیجہ یہ کہ معاشرے میں child labour یعنی بچہ مزدوری کی شرح میں اضافہ ہوتا جا رہا ہے، ایک غریب باپ کے لیے دو وقت کی روٹی کا انتظام کرنا ہی مشکل تھا، وہ بچوں کی تعلیم کے لیے اخراجات کہاں سے لائے گا؟ جس کی وجہ سے بچے اپنا بچپن محلے اور گاؤں کی گلیوں میں گھوم پھر کر گزار دیتے ہیں، پھر جب کچھ سوچنے سمجھنے کے لائق ہوتے ہیں، تو ان کے والدین مجبوری میں انہیں کسی چائے وغیرہ کی دکانوں پر گلاس دھونے یا کوئی معمولی نوکری کرنے کے لیے چھوڑ دیتے ہیں، جس سے ان بچوں کا مستقبل تباہ ہو جاتا ہے، یہ ایک حساس مسئلہ ہے جس کی طرف توجہ دینے کی ضرورت ہے، کیونکہ بچے معاشرے کا مستقبل ہوا کرتے ہیں اور بچوں کا تعلیم سے دور رہنا ہمارے معاشرے کو انحطاط وپستی کی طرف لے کر جاتا ہے۔لہٰذا ہمارے معاشرے کے اہل ثروت حضرات اگر چاہیں تو اپنی امداد سے غریب بچوں کی زندگیاں روشن وتابناک بنا سکتے ہیں، انھیں چاہیے کہ وہ اپنے صدقات نافلہ سے غریب بچوں کی تعلیم وتربیت کا انتظام کریں، جس سے ان بچوں کا مستقبل روشن وتابناک ہو سکے اور وہ اعلی تعلیم حاصل کر کے ہمارے اور پورے معاشرے کے لیے ایک اعلی مثال بن سکیں۔

پسماندہ گاؤں اور علاقوں میں پکے مکانات تعمیر کرانا:

اس وقت ہمارے معاشرے میں ایسے بے شمار غریب افراد ہیں جو غربت کے باعث پکے مکانات سے محروم ہیں اور ٹین یا چھپر سے بنے کچے مکانات میں دشوار ترین زندگی گزارنے پر مجبور ہیں، جو کہ تغیر موسم کا مقابلہ کرنے کی بالکل صلاحیت نہیں رکھتے، بلکہ بارش کے موسم میں اس کے ساکنین بارش کی بوندوں سے پریشان رہتے ہیں اور جاڑے اور گرمی میں بھی اس میں رہنا مشکل ہو جاتا ہے۔ ہمارے معاشرے کے صاحب استطاعت حضرات آگے آئیں اور اپنے صدقات نافلہ سے غریبوں کے لیے مکانات تعمیر کریں، ان شاء اللہ یہ کام ہماری مغفرت کا ذریعہ ہوگا۔

بیماریوں میں مبتلا لوگوں کا علاج کرانا:

ہمارے معاشرے میں بہت سے غریب ایسے بھی ہیں، جو بیمار ہیں لیکن ان کے پاس علاج کے پیسے نہیں یا علاج کا مکمل خرچ برداشت نہیں کر سکتے، بسا اوقات گھر کا ذمہ دار ہی بیمار ہوتا ہے، اور کمائی کا کوئی دوسرا ذریعہ نہیں ہوتا، لہٰذا ایسے لوگوں کے علاج کا بندوبست کرنا بھی بہت بڑی نیکی ہے، اس کی طرف توجہ دینے کی ضرورت ہے۔

مذکورہ مصارف ہمارے صدقات نافلہ کے بہترین مصارف ہیں، لہٰذا ہمیں معاشرے کی تعمیر وترقی اور ہر ایک زندگی کو خوشگوار بنانے کے لیے صدقات نافلہ کا استعمال کرنا ہوگا، اس کی اہمیت وضرورت کو سمجھ کر عوام کو اس کی طرف راغب کرنا ہوگا، ہمارا مذہب بھی ہم سے خدمت خلق کا مطالبہ کرتا ہے تو ہمیں اس کام کو خدمت خلق سمجھ کر غریبوں اور مسکینوں کی مدد کرنی ہوگی۔ اللہ کی بارگاہ میں دعا کی مولی ہمیں اپنی جائز کمائی سے غربا اور فقرا کے حقوق کی ادائیگی کی توفیق مرحمت فرمائے اور ہمیں صدقات واجبہ کے ساتھ صدقات نافلہ کے بھی اہتمام کی توفیق عطا فرمائے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

قسط اول

آزاد بھارت کی سیاسی تاریخ

مولانا طارق انور مصباحی (کرالا)

آزادی ہنداورآس پاس کے مناظر

15:اگست1947 کو برطانوی حکومت(British Government)نے بھارت کوایک آزاد جمہوری ملک تسلیم کیا،اور ملک کی آزادعبوری حکومت ،انڈین نیشنل کانگریس(Indian National Congress) کے سپرد کیا۔اسی طرح پاکستان ،مسلم لیگ (Muslim League)کے حوالے کردیا۔

14: اگست 1947 کومتحدہ بھارت کے آخری برطانوی وائسرائے (Viceroy) لوئس ماؤنٹ بیٹین (Louis Mountbatten)نے دہلی سے کراچی جا کر پاکستان کی تشکیل کی ۔14:اگست 1947 کوگیارہ بج کرستاون منٹ (11:57 AM) پر پاکستان کے ایک آزادملک ہونے کا اعلان ماؤنٹ بیٹین نے کردیا،پھر دہلی واپس آ کر رات کوجدید بھارت کی تشکیل کی۔

ماؤنٹ بیٹین نے رات کو بارہ بج کر دومنٹ(12: 2 PM) پر بھارت کے ایک آزادملک ہونے کا اعلان کیا۔ بھارتیوں نے ماؤنٹ بیٹین کواپنا پہلا گورنر جنرل (Governor General)تسلیم کیا،جوصدر جمہوریہ کے قائم مقام عہدہ ہے۔ پاکستان نے اپنا پہلا گورنر جنرل قائد پاکستان مسٹرمحمد علی جناح(1876-1948) کو بنایا۔

مسٹر ماؤنٹ بیٹین کی ولادت 25:جون1900 کو انگلینڈ میں ہوئی۔27:اگست1979 کو آئرلینڈ میں موت ہوئی۔حکومت انگلینڈنے12:فروری1947 کواسے انڈیا کا وائسرائے مقرر کیا،تا کہ بھارت کی حکومت اہل ہند کوبہتر طریقہ پر سپرد کیا جا سکے۔

آزادی ہند کے بعد بھارت کی عبوری حکومت نے اسے انڈین فیڈریشن کا پہلا گورنر جنرل بنایا۔ مدت حکومت 21:فروری1947 تا 15:اگست1947 ہےاور گورنری کی مدت15:اگست1947 تا21:جون1948 ہے۔ماؤنٹ بیٹین کوانگلینڈ بلایا گیاتو اس کے انتخاب کے مطابق چکرورتی راج گوپال آچاری(Chakarvarti Rajgopal Achari)(1878-1972) کو بھارت کا گورنر جنرل مقرر کیا گیا ۔ آچاری کو21:جون 1948 سے 26:جنوری 1950 تک اسی عہدہ پر برقرار رکھا گیا،پھر دستور ہند کے نفاذ کے دن26:جنوری1950 کوڈاکٹر راجندر پرساد(1884-1963) کو پہلا بھارتی صدر جمہوریہ بنایا گیا۔

کانگریس پارٹی نے15:اگست1947 کوعبوری مرکزی حکومت(Interim Central Government)سنبھالی۔سال 1952 میں پہلا لوک سبھا الیکشن ہوا۔کانگریس پارٹی لگا تار پانچ لوک سبھا انتخابات میں فتح یاب ہوتی رہی۔اس طرح15:اگست 1947 سے24:مارچ1977 تک یعنی تیس سال تک مرکز میں کانگریس کی حکومت رہی۔اسی درمیان اندرا گاندھی کے عہد میں 25:جون 1975 سے 21:مارچ1977 تک ملک میں ایمرجنسی(Emergency) نافذرہی ، جبکہ مسٹرفخرالدین علی احمد(1905-1977)صدر جمہوریہ تھے۔ بھارت میں تادم تحریر چار پارٹیوں کی مرکزی حکومت ہوئی ہے:(1)انڈین نیشنل کانگریس پارٹی(INC)

(2)جنتا پارٹی(JNP)(3)جنتادل(JD)(4)بی جے پی(BJP)

انڈین نیشنل کانگریس پارٹی(INC)کا قیام :سال1885

برطانوی عہد حکومت میں28:دسمبر1885 کو کانگریس پارٹی کا قیام ممبئی میں ہوا۔ اس کے بانیان، الان اوکٹوین ہیوم(Allan Octavian Hume)، دادابھائی نوروجی(Dadabhai Naoroji)(1848-1925)اور دنشاؤ ایدل جی واچا(Dinshaw Idulji Wacha)(1844-1936) تھے۔

تھیوسوفیکل سوسائٹی مومنٹ(Theosophical Society Movement)(تحریک صوفیانہ سماج)کے برطانوی اور بھارتی ممبروں کے ذریعہ کانگریس پارٹی کا قیام عمل میں آیا۔اس پارٹی کے قیام کا مقصد یہ تھا کہ بھارت کے تعلیم یافتہ افراد کو برطانوی حکومت میں شامل کیا جائے اور برٹش گورنمنٹ اور بھارتی تعلیم یافتگان کے مابین سیاسی وسماجی بات چیت کے لیے ایک پلیٹ فارم تیار کیا جائے۔

الان اوکٹوین ہیوم نے ممبئی میں کانگریس کی پہلی مٹنگ بلائی ۔28:تا31:دسمبر1885 یہ مٹنگ ہوتی رہی ۔اس میں کل72:مندوبین (Deligates) شریک ہوئے۔جس میں54 : ہندو، 2:مسلم اور باقی پارسی اور جینی تھے۔ومیش چندر بنرجی (Womesh Chandra Bonnerjee)(1844-1906) کو کانگریس کا پہلا صدر منتخب کیا گیا، پھر1886 میں دادا بھائی نوروجی کو صدر بنایا گیا۔ وائسرائے آف انڈیا مسٹر ڈفرین(Mr.Dufferin) (1826-1902)نے بھی ایک بھارتی قومی تنظیم (Indian National Union)کے قیام پر رضامندی ظاہر کی، تا کہ باہمی اتحاد کو فروغ حاصل ہو۔

مسٹر ڈفرین کی مدت حکومت13:دسمبر1884 تا10:دسمبر1888 ہے۔ہیوم نے کانگریس پارٹی میں مسلمانوں سمیت بھارت کے تمام طبقات کو شامل کرنے کی پوری کوشش کی۔آزادی ہند سے قبل کانگریس کے متعدد ہندو، مسلم،عیسائی اور پارسی ارکان وممبران ،کانگریس پارٹی کے صدر ہوئے۔کانگریس کے سیکنڈ پریسیڈنٹ دادا بھائی نوروجی(1825-1917)کا تعلق پارسی مذہب سے تھا۔بہت سے عیسائی اور پارسی کانگریس کے صدر ہوئے۔مسلم صدور کے نام درج ذیل ہیں۔

(1)بدرالدین طیب جی(1844-1906)سال صدارت:1887(2)رحمت اللہ ایم سیانی(1847-1902)سال صدارت:1896(3)نواب سید محمد بہادر(م1919)سال صدارت:1913(4)سید حسن امام(1871-1933)سال صدارت:1918(5)حکیم اجمل خاں(1863-1927)سال صدارت:1921(6)محمد علی جوہر(1878-1931)سال صدارت:1923(7)ابوالکلام آزاد(1888-1958)سال صدارت:1923(سیکنڈ ٹائم)1940تا1946(8)مختار احمد انصاری(1880-1936)سال صدارت:1927۔

کانگریس پارٹی کا بانی ایک برطانوی عیسائی

کانگریس کا بانی اے او ہیوم برطانیہ کا باشندہ اور عیسائی مذہب کا پیروکار تھا۔اے او ہیوم ولد جوزف ہیوم(Josef Hume) کی پیدائش6:جون1829 کو سینٹ میری کرے، کینٹ(St Mary Cray Kent)انگلینڈ میں ہوئی اور31:جولائی1912 کو لندن میں موت ہوئی۔اٹاوہ(یوپی) میں سال1849 تا1867 امپیریل سول سروس(Imperial Civil Service)سے منسلک رہ کر خدمات انجام دی۔اس کے بعد سال1867 سے1870 تک برطانوی حکومت کی جانب سے کمشنر آف کسٹم(Commissioner of Customs)کا عہدہ ملا۔1871 سے1879 تک شعبہ آمدنی،زراعت وکامرس کا سکریٹری(Secretary to the Department of Revenue, Agriculture and Commerce)ہوا۔وہ سول سروس سے1882 میں ریٹائرڈ ہوا۔

مختلف محکموں میں خدمات سرانجام دیتے ہوئے ہیوم نے انڈیا کے حالات کو دیکھا۔اس نے سال 1857 کی پہلی جنگ آزادی کو دیکھا، بھارتیوں کے حالات کا گہرائی سے مطالعہ کیا، غور و فکر کیا، پھر اس نے 01: مارچ 1883 کو یونیورسٹی آف کلکتہ کے گریجویٹس (Graduates) کو آزادی وطن کی خاطر ایک تحریک کے قیام کے لیے ایک خط لکھا۔اس میں ہیوم نے اہل ہند کے لیے جمہوری طرز پر حکومت سازی کا نمونہ پیش کیا۔خط کے چند اہم اقتباسات درج ذیل ہیں۔

1-"If only fifty men, good and true, can be found to join as founders, the thing can be established and the further development will be compratively easy."

(The history of the Congress (1885-1935) by Sitaramayya B.Pattabhi p.11,12 The law printing house Madras)

ترجمہ: اگر صرف پچاس اچھے اور سچے لوگ مل سکیں جو بانی کی حیثیت سے متحد جائیں تو یہ چیز قائم ہو سکتی ہے اور مزید ترقی آسانی کے ساتھ ہو جائے گی۔

2-"he that is greatest amongst you, let him be your servant."

(The history of the Congress (1885-1935) by Sitaramayya B.Pattabhi p.12)

ترجمہ: جو تم میں سب سے عظیم ہے، اسی کو تمہاری خدمت کرنی چاہیے۔

3-"And if even the leaders of thought are all either such poor creatures, or so selfishly weded to personal concerns that they dare not strike a blow for their country,s sake, then justly and rightly are they kept down and trampled on, for they deserve nothing better. Every nation secures precisely as good a Government as it merits. If you the picked men, the most highly educated of the nation, cannot, scorning personal ease and selfish objects, make a resolute struggle to secure greater freedom for yourselves and your country, a more impartial administration, a larger share in the management of your own affairs, then we, your friends, are wrong and our adversaries right, then are Lord Ripon,s noble aspirations for your good fruitless and visionary, then, at present at any rate all hopes of progress are at an end and India truly neither desires nor deserves any better Government than she enjoys."

(The history of the Congress (1885-1935) by Sitaramayya B.Pattabhi p.12)

ترجمہ: اور اگر فکری قائدین بھی تمام کے تمام یا تو ایسے نادار لوگ ہوں یا مفاد پرستی کی حد تک ذاتی معاملات سے دلچسپی رکھتے ہوں کہ وہ اپنے ملکی مفاد کے لیے جدو جہد کرنے کی ہمت نہ رکھتے ہوں، تب وہ یقیناً ماتحت بنائے جائیں گے اور روندے جائیں گے، کیوں کہ وہ کسی بھلائی کے حقدار نہیں ہیں۔ ہر قوم اصولی طور پر اتنی ہی اچھی حکومت پاتی ہے، جتنی اچھی حکومت کی وہ اہل ہوتی ہے۔

اگر آپ منتخب افراد بھی جو قوم میں سب سے اعلیٰ تعلیم یافتہ لوگ ہیں، ذاتی آسائش اور اپنے مفاد کو قربان کرتے ہوئے اپنے اور اپنے ملک کے لیے نسبۃً بڑی آزادی حاصل کرنے کے لیے جہدِ مسلسل نہ کر سکیں تاکہ زیادہ متحد انتظامیہ، اور اپنے خود کے معاملات کے نظم و نسق میں نسبۃً بڑی حصہ داری حاصل کر سکیں، تب تو ہم تمہارے دوست غلطی پر ہیں اور ہمارے حریف صحیح ہیں، تب تو تمہاری بھلائی کے متعلق مسٹر ریپن کی نیک تمنائیں بے سود ہیں، تب فی الحال بہرصورت ترقی کی تمام امیدیں ختم ہوگئیں، اور بھارت درست طور پر کہا جا سکتا ہے کہ نہ تو اس سے بہتر حکومت چاہتا ہے جس کا وہ لطف لے رہا ہے، نہ ہی اس کا مستحق ہے۔

(یعنی مخالفین کا کہنا ہے کہ اہل ہند اپنی حکومت خود چلانے کی اہلیت نہیں رکھتے ہیں اور ان کی بات مذکورہ صورت میں درست معلوم ہوتی ہے۔)

4-"Men know how to act. Let there be no more complaining of Englishmen being preffered to you in all important offices."

(The history of the Congress (1885-1935) by Sitaramayya B.Pattabhi p.12)

ترجمہ: لوگوں کو معلوم ہے کہ کیسے کام کرنا ہے۔ تمام اہم دفتروں میں تم پر انگریزوں کو ترجیح دیے جانے کی مزید شکایت نہیں ہونی چاہیے۔

سال 1886 میں دی اولڈ مینس ہوپ (The Old Man,s Hope) کے نام سے ہیوم کی ایک نظم (Poem) کلکتہ میں شائع ہوئی، جو اس کے قلبی جذبات کو ظاہر کرتی ہے۔ نظم درج ذیل ہے۔

Sons of Ind, why sit ye idle　　Wait ye for some Deva,s aid?
Buckle to, be up and doing!　　Nations by themselves are made!
Are ye serfs or are ye freemen,　　Ye that grovel in the shade?
In your own hands rest the issues! By themselves are nations made!

)Allan Octavian Hume Wikipedia

خلاصہ: اے ملک ہند کے سپوتو! تم بیکار کیوں بیٹھے ہو؟ کیا تم کچھ دیوتاؤں کی مدد کے منتظر ہو؟ بلندی پانے اور کچھ کرنے کے لیے کمر کس لو۔ قومیں اپنے ہاتھوں سے بنائی جاتی ہیں۔ کیا تم کھیتی باڑی کرنے والے غلام ہو، یا تم آزاد لوگ ہو؟ کیا تم سائے میں مدہوش پڑے ہو؟ تمہارے اپنے ہاتھوں میں مقاصد و مسائل ہیں۔ اپنے ہاتھوں سے قومیں بنائی جاتی ہیں۔

ہیوم نے اہل ہند کو آزادی وطن کے لیے ابھارنے کی کوشش کی۔ ہیوم کا خط اور نظم دونوں ہی آزادی ہند کی ترغیب دلاتے ہیں۔ ہیوم نے پبلک کمیشن آف انڈیا کو سال 1887 میں لکھا کہ میں اپنے آپ کو بھارت کا ایک مقامی باشندہ سمجھتا ہوں۔

(I look upon myself as a native of India.)

ابتدائی مرحلہ میں کانگریس کے ملکی لیڈروں میں آزادی وطن کا جذبہ نہ تھا، بلکہ وہ صرف حکومتی امور میں بھارتیوں کی شرکت چاہتے تھے۔ ملکی لیڈروں میں قومی آزادی کے جذبہ کے مستقل فقدان سے مایوس ہو کر سال 1894 میں ہیوم واپس لندن چلا گیا، پھر 26: جنوری 1930 کو گاندھی جی کی قیادت میں کانگریس نے آزادی وطن کا فیصلہ کیا اور ''پورن سوراج'' (Purna Swara) یعنی مکمل آزادی (Complete Independence) کا نعرہ بلند کیا۔

کانگریس پارٹی :سردوگرم کا مجموعہ

کانگریس پارٹی آغاز امر سے ہی سوشلسٹ(Socialist)اور نیشنلسٹ(Nationalist) شخصیات کا مجموعہ مرکب رہی ہے۔ کبھی سیکولر خیالات کا غلبہ ہوا، کبھی قوم پرستی غالب آئی۔ اکثر سیاسی پارٹیوں کا وجود سابق کانگریسی لیڈروں کے ذریعہ ہوا، یہاں تک کہ آر ایس ایس(RSS) کا بانی ہیڈگوار بھی سابق کانگریسی ممبر تھا اور ہندو مہا سبھا کے بانیان بھی کانگریسی لیڈران تھے۔

بانی پاکستان مسٹر جناح اور تحریک خلافت کے بانی محمد علی جوہر بھی سابق کانگریسی لیڈر تھے۔ سال1934 میں کانگریس پارٹی نے ایک ریزولیشن(Resolution) پاس کیا، جس کے ذریعہ کانگریس نے پارٹی کے اراکین پر یہ پابندی لگادی کہ کانگریس کا کوئی رکن ہندو مہا سبھا ، آر ایس ایس یا مسلم لیگ کا رکن نہیں ہوسکتا۔

تھیوسوفیکل سوسائٹی مومنٹ

تھیوسوفیکل سوسائٹی مومنٹ(Theosophical Society Movement)17:نومبر1875 کونیویارک(New York America)امریکہ میں تشکیل پائی تھی۔ اس کے بانیان درج ذیل افراد تھے۔

1-Helena Petrovna Blavatsky 2-Colonel Henry Steel Olcott 3-William Quan Judge

یہ تحریک بلاتفریق مذہب وقومیت ساری دنیامیں بھائی چارگی کے فروغ ،روحانی بیداری اورانسانی خدمات کے لیے قائم کی گئی تھی۔ اولکوٹ(Olcott) کواس تحریک کا پہلا صدر بنایا گیااوراسی عہدہ پراس کی موت1907 تک اسے برقرار رکھا گیا۔ کچھ سالوں بعد اولکوٹ اور بلاوٹ اسکائی انڈیا منتقل ہوگئے۔ انہوں نے اڈیار (مدراس) (Adyar, Chennai)میں اس تحریک کا بین الاقوامی ہیڈکوارٹر بنایا۔ اسی تحریک کی جانب سے مدراس میں ماہ دسمبر1884 میں منعقدہونے والے ایک کنونشن کے بعد 70:لوگوں کی ایک پرائیویٹ مٹنگ میں ایک انڈین قومی تنظیم کے قیام سے متعلق بات چیت ہوئی تھی۔ اس کی پہل ہیوم نے کی اور مارچ1885 میں ایک انڈین نیشنل یونین کے قیام کی نوٹس جاری ہوئی ،اور1885 میں کانگریس کا وجود ہوا۔

مسلم لیگ کا قیام :سال 1906

30:دسمبر1906 کوشاہ باغ ڈھاکہ (بنگلہ دیش)میں آل انڈیا مسلم لیگ(All India Muslim League) کا وجود ہوا۔ یہ متحدہ بھارت کی پہلی مسلم سیاسی پارٹی تھی۔ نواب ڈھاکہ خواجہ سلیم اللہ (1871-1915)،نواب وقارالملک مشتاق حسین(1841-1917) ،سیدامیرعلی(1849-1928) وغیرہم مسلم لیگ کے بانی اراکین (Founder Members) ہیں۔ اس کا ہیڈکوارٹر لکھنو میں بنایا گیا۔ مسلم لیگ کے قیام کا مقصد حکومتی سطح پرمسلم حقوق کی حصولیابی تھی۔

سر سیداحمد خاں (1817-1898)بانی مسلم یونیورسٹی (علی گڈھ)نے مسلمانوں میں انگریزی تعلیم کورواج دینے کے لیے سال 1986 میں آل انڈیا محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس(All India Muhammadan Educational Conference) کی بنیاد رکھی ۔ اس کا پہلا اجلاس 27:دسمبر1886 کومسلم اینگلوعربک کالج (علی گڈھ)کے احاطہ(Campus)میں ہوا،جس میں 161:مندوبین(Deligates)شریک ہوئے، پھراس کے سالانہ جلسے مختلف شہروں میں منعقد ہونے لگے۔

ابتدائی عہد میں سر سید نے مسلمانوں کوسیاست سے دور رہنے اور جدید تعلیم حاصل کرنے کی ترغیب دی، کیوں کہ عہد جدید میں حکومتی سطح پرکسی بھی شعبہ میں قبولیت کے لیے جدید تعلیم ضروری تھی۔ ایجوکیشنل کانفرنس کا بیسواں سالانہ جلسہ ڈھاکہ میں 27:دسمبر1906 تا29:دسمبر

1906 منعقد ہوا۔ اس کے بعد 30: دسمبر 1906 کو نواب وقارالملک کی صدارت میں ایک اجلاس منعقد ہوا۔ اسی اجلاس میں آل انڈیا مسلم لیگ کی بنیاد رکھی گئی۔ سرسلطان محمد شاہ آغا خاں سوم (1877-1957) کو مسلم لیگ کا پہلا صدر بنایا گیا۔

فرقہ پرستوں کی سازشیں

جیسے جیسے آزادی کی لہر تیز ہوتی جاتی تھی، ویسے ویسے برطانوی حکومت بھارت کی دونوں بڑی قوموں کے درمیان نفرت پھیلانے کا کچھ نہ کچھ ہتھکنڈا اختیار کرتی رہی۔ اسی طرح سلطنت مغلیہ کے زوال کے بعد ہندو فرقہ پرست لیڈروں نے مسلمانوں کے خلاف زہر اگلنا شروع کر دیا تھا۔ ماضی کے مسلم سلاطین پر مندروں کے انہدام، بالجبر مسلمان بنانے اور ہندوؤں پر ظلم وستم ڈھانے کی فرضی داستانیں سنا کر قوم ہنود کو مسلمانوں کے خلاف ورغلاتے رہے، جس کی وجہ سے ملک میں جا بجا ہندو، مسلم فسادات ہوتے رہے۔

تحریک خلافت کے عہد (1919-1924) میں دونوں قوموں کے درمیان بہت حد تک اتحاد واتفاق پیدا ہو چکا تھا، لیکن جلد ہی ریت کے محل کی طرح یہ اتحاد ٹوٹ پھوٹ کر بکھر گیا۔ ہندو مہا سبھا کی جانب سے بھارت کو "ہندو راشٹر" بنانے کا پروگرام مضبوط ہوتا گیا اور اسی عہد میں پنڈت شردھانند نے شدھی تحریک قائم کر کے مسلمانوں کو ہندو بنانا شروع کیا۔

ان سب حالات کو دیکھتے ہوئے الہ آباد میں 29: دسمبر 1930 کو مسلم لیگ کے سالانہ اجلاس میں مسلم لیگ کے صدر ڈاکٹر اقبال (1876-1938) نے اپنے یادگار صدارتی خطاب (Monumental Presidential Address) میں دوقومی نظریہ (Two-nation Theory) پیش کیا۔

حالات حاضرہ کا مشاہدہ کرتے ہوئے مسلمانوں کی اکثریت نے دوقومی نظریہ قبول کر لیا۔ مذکورہ بالا احوال وکوائف کے پیش نظر سال 1940 میں قائد پاکستان مسٹر جناح نے بھی تقسیم ہند کا نظریہ پیش کیا۔ انہی حالات کے سبب 1947 میں گاندھی جی، جواہر لال نہرو، سردار پٹیل ودیگر کانگریسی قائدین نے بھی تقسیم ہند کا نظریہ قبول کر لیا۔ چوں کہ برطانوی حکومت نے آزادی سے قبل ہی اہل ہند سے یہ شرط منوالی تھی کہ بھارت ایک جمہوری ملک ہوگا، اس لیے آزادی کے بعد کانگریس پارٹی نے دستور ہند کو ایک سیکولر اور منصفانہ دستور کی شکل دیا۔

قائد پاکستان مسٹر محمد علی جناح

مسٹر محمد علی جناح کی پیدائش 25: دسمبر 1876 کو کراچی میں ہوئی، اور کراچی ہی میں 11: ستمبر 1948 کو موت ہوئی۔ مسٹر جناح 1906 سے 1920 تک کانگریس سے منسلک رہے، اور 1913 سے 1948 تک مسلم لیگ سے وابستہ رہے۔ 1916 میں مسٹر جناح مسلم لیگ کے صدر ہوئے۔ 1916 ہی میں کانگریس اور مسلم لیگ کے مابین "لکھنو پیکٹ" (Lucknow Pact) کا معاہدہ ہوا۔ اس کے بعد مسٹر جناح نے ہندو، مسلم اتحاد کی زبردست کوششیں کیں، لیکن کچھ خاص کامیابی نہ ملی۔

دل برداشتہ ہو کر مسٹر جناح نے سال 1920 کا اکثر حصہ انگلینڈ میں گزارا۔ کانگریس پارٹی نے 1920 کے سالانہ اجلاس منعقدہ ناگپور میں گاندھی جی کی "ستیہ گرہ مہم" (Satyagarha Compaign) کو منظوری دی تو مسٹر جناح نے اس پر احتجاج کرتے ہوئے کانگریس سے استعفیٰ دے دیا، اور کہا کہ ستیہ گرہ (حکومت کے خلاف پرامن احتجاج) ایک سیاسی انتشار (Political Anarchy) ہے۔

چوں کہ مسٹر جناح نے مسلم لیگ کی رکنیت سے استعفیٰ نہ دیا تھا، اس لیے مسلم لیگ میں اس کی رکنیت برقرار رہی۔ مسٹر جناح نے 1930 سے 1934 تک کا عرصہ انگلینڈ میں گذارا۔ مسٹر جناح سال 1934 میں ہندو، مسلم اتحاد کی خواہش لے کر انڈیا آئے، لیکن اتحاد سے ناامید ہو کر پھر انگلینڈ واپس چلے گئے۔ اس درمیان مسلم لیگ کے قائدین خصوصاً ڈاکٹر اقبال، مسٹر لیاقت علی خاں وغیرہ انہیں واپس انڈیا آ کر مسلم لیگ کی قیادت سنبھالنے کے لیے دباؤ ڈالتے رہے۔ آخر کار قوم مسلم کی ضرورت کو محسوس کرتے ہوئے مسٹر جناح کو سال

1937 میں واپس انڈیا آنا پڑا۔1937 سے قیام پاکستان تک وہ مسلم لیگ کے صدر رہے۔

انگلینڈ سے واپسی کے بعد مسلم لیگ کے لیے مسٹر جناح نے خوب محنت کی ۔ لاہور میں23:مارچ1940 کو مسلم لیگ نے اپنے سالانہ جلسہ میں مسٹر جناح کی قیادت میں لاہور ریزولیشن(Lahore Resolution) پاس کیا اور مسلم قوم کے لیے ایک الگ ملک کا مطالبہ کیا۔رفتہ رفتہ تقسیم ہند کا نظریہ قوی ہوتا گیا۔انجام کار آزادی کے وقت ملک ہند دو حصوں میں منقسم ہوگیا(1) انڈیا(بھارت)(2) پاکستان۔14:اگست1947 کو پاکستان کا قیام ہوا،اور15:اگست1947 کو بھارت ایک آزاد ملک کی شکل پایا:.....(جاری)

پارلیمنٹ کا تعارف

محمد علقمہ اشرف قادری علیمی سابق استاد جامعہ سعدیہ عربیہ کیرلا

پوری دنیا میں حکمرانی کے دو ہی طریقے رائج ہیں (1) بادشاہی نظام (2) جمہوری نظام۔ بادشاہی نظام میں عوام کو کچھ بھی اختیار نہیں ہوتا، گویا کہ فرمانِ شاہی حرف آخر کی حیثیت رکھتا ہے، عوام بلا چوں چرا اس کے آگے سرِ تسلیم خم کرتے ہیں، برخلاف جمہوری نظام کے کہ عوام کو یہاں اختیار ہوتا ہے کہ وہ اپنے حق کے لیے آواز بلند کریں، اگر چہ ان کی آواز صدائے بازگشت ثابت ہو جیسے ہمارے وطن عزیز میں۔ ہاں ملک کا وزیر اعظم اگر کسی جماعت کے ووٹ کی وجہ سے برسر اقتدار ہوا ہو تو اسے اپنی کرسی بچانے کے لیے طوعا و کرہا اس کی فرمائش کو قبول کرنا پڑتی ہے، پس ایسے وقت میں لوگوں کو عصبیت اور تنگ نظری کو بالائے طاق رکھ کر ملک وملت کی فلاح و بہبود کے لیے متفقہ کوشش کرنی چاہیے۔

جس طرح بادشاہ کے لیے ''دیوان خانہ'' ہوتا ہے جہاں وہ بیٹھ کر اپنے وزراء سے گفتگو کرتا ہے اور ملک کی ترقی کے لیے طرح طرح کی تدبیریں کرتا ہے، اسی طرح جمہوری نظام میں ''ایوان'' ہوا کرتا ہے جسے ''پارلیمنٹ'' کہا جاتا ہے۔ ''پارلیمنٹ'' انگریزی لفظ ہے، جو فارسی کے لفظ ''پارلیمان'' سے ماخوذ ہے، یہ ایک ایوان ہے جہاں حکمران بیٹھ کر ملک میں درپیش مسائل پر بحث کرتے ہیں، ان کے حل کے لیے اقدامات کیے جاتے ہیں اور ضرورت پڑنے پر قانون سازی کا کام انجام دیتے ہیں۔

ہر ملک میں پارلیمنٹ کو الگ الگ نام سے جانا جاتا ہے، اور کچھ ممالک میں پارلیمنٹ کے دو ایوان ہوتے ہیں، ایک کو ایوان بالا (upper house) اور دوسرے کو ایوان زیریں (lower house) کے نام سے جانا جاتا ہے۔

ہمارے ملک ہندستان میں پارلیمنٹ کو سنسد (s a n s a d)، ہمارے پڑوسی ملک پاکستان میں قومی اسمبلی (national assembly)، نیپال میں بھی قومی اسمبلی، اٹلی میں پلازو مڈاما (palazzo madama)، فرانس میں بربن پیلس (bourbon palis)، امریکہ میں وہائٹ ہاؤس (white house) اور برطانیہ میں ہاؤس آف کامن (House of commons) کے نام سے جانا جاتا ہے۔

جن ممالک میں ''ایوان زیریں'' اور ''ایوان بالا'' قائم ہے وہاں کسی بھی قانون کی تشکیل کے لیے پہلا مرحلہ ایوان زیریں سے ہی ہو کر گزرتا ہے، مگر جہاں صرف پارلیمنٹ کا تصور ہے وہاں سارا کام پارلیمنٹ سے وقوع پذیر ہوتا ہے۔ نیز جس طرح ہر ملک میں پارلیمنٹ کو مختلف نام سے جانا جاتا ہے اسی طرح ایوان زیریں اور ایوان بالا کو بھی الگ الگ نام سے جانا جاتا ہے اور دونوں جگہ ممبران کی تعداد میں بھی کافی فرق ہوتا ہے۔ ذیل میں کچھ ملکوں کے ایوان بالا اور ایوان زیریں کا تعارف اور ممبران کی تعداد پیش ہے:

ہندستانی سنسد، راجیہ سبھا کے ممبران کی تعداد 245، اور لوک سبھا کے ممبران کی تعداد 545۔

پاکستان قومی اسمبلی، اسی کو ایوان زیریں، اور ایوان بالا کو سینیٹ کہا جاتا ہے۔ ایوان زیریں کے ممبران کی تعداد 342، ایوان بالا کے ممبران کی تعداد 104 ہے۔

نیپال میں قومی اسمبلی کو ہی uper house یعنی ایوان بالا کہا جاتا ہے اس کے ممبران کی تعداد 59 اور lower house یعنی ایوان زیریں کو ہاؤس آپ ریپریزنٹیٹو house of representatives کہا جاتا ہے اس کے ممبران کی تعداد 275 ہے۔

اٹلی پارلیمنٹ کا نام پلازوڈماایوان بالاکو senate of the republic کہا جاتا ہے اس کے ممبران کی تعداد 321 ہے۔ اور ایوان زیریں کو چیمبر آف ڈیپوٹیز (chamber of deputies) کہا جاتا ہے اس کے ممبران کی تعداد 630 ہے۔

یو کے پارلیمنٹ کا نام ہاؤس آف کامن (house of common) ہے اور اسی کو ایوان زیریں بھی کہا جاتا ہے اس کے ممبران کی تعداد 650 ہے اور ایوان بالا کا نام ہاؤس آف لاڑدس (House of lards) ہے جس کے 792 ممبران ہیں.

افغانستان پارلیمنٹ کا نام ملی شورا (national asymble)، ایوان زیریں house of the people کے ممبران کی تعداد 249 ہے، اور ایوان بالا house of elders کے ممبران کی تعداد 102 ہے۔

آسٹریلیا پارلیمنٹ کا نام ''فیڈیر پارلیمنٹ''، ایوان زیریں ''ہاؤس آف ریپریزنٹیٹو'' house of representatives، جس کے ممبران کی تعداد 151، ایوان بالا کو سینیٹ کہا جاتا ہے جس کے ممبران 76 ہیں۔

امریکہ کے پارلیمنٹ کو وہائٹ ہاؤس کہا جاتا ہے، اس کے ایوان زیریں کو ہاؤس آف ریپریزنٹیٹو کہا جاتا ہے، جس کے ممبران کی تعداد 435 ہے، اور اس کے ایوان بالا سینیٹ کے نام سے جانا جاتا ہے، اس کے ممبران 100 ہیں۔

ضابطہ قانون سازی: اس کے بھی مختلف طریقے ہیں، ہمارے ملک میں طریقہ کار یہ ہے کہ کسی بل کو پاس کرنے کے لیے اولا اس کو ''لوک سبھا'' میں پیش کیا جاتا ہے، اگر یہاں رائے دہندگان کی اکثریت اس کے لیے ثابت ہوگئی تو اگلا مرحلہ راجیہ سبھا کا ہوتا ہے، یہاں پر بھی اگر اس کے حق میں اکثریت پائی گئی تو اس کے بعد صدر جمہوریہ کو پیش کیا جاتا ہے، اگر وہ بھی اپنا مہر ثبت کردے تو اسے حتمی شکل دے دی جاتی ہے۔ اگر ایسا نہ ہوا تو لوک سبھا کا اجلاس برخاست ہونے پر اسے کالعدم قرار دیا جاتا ہے۔ اگر دونوں جگہ یعنی لوک سبھا اور راجیہ سبھا میں رائے دہندگان کی تعداد برابر ہو تو صدر جمہوریہ کسی ایک کے حق میں اپنا ووٹ دے کر اس کو نافذ یا رد کرسکتا ہے۔

(نوٹ) یہ ساری معلومات انٹرنیٹ سے حاصل کی گئی ہے

☆☆☆☆☆☆☆☆

شادیوں میں غیر اخلاقی رسمیں
اور ہماری ذمہ داریاں

از: محمد عارف رضا نعمانی مصباحی

اولاد اللہ کی بہت بڑی نعمت ہے۔ ہر شخص اولاد کی خواہش رکھتا ہے۔ جب اولاد اس دنیا میں آتی ہے تو والدین طرح طرح کے خواب دیکھنے لگتے ہیں۔ ان کی تعلیم وتربیت کی فکر میں لگ جاتے ہیں۔ پھر ان کی اچھی سے اچھی تعلیم وتربیت کا انتظام کرتے ہیں۔ جب اولاد بڑی ہو جاتی ہے تو والدین جہاں ان کے لیے دیگر امور کے لیے فکر مند ہوتے ہیں وہیں ان کی شادی کی بھی فکر کرنے لگتے ہیں۔ اچھا رشتہ تلاش کر کے بچے بچیوں کو نکاح کے مقدس رشتے سے جوڑ دیتے ہیں۔

جب شادی کی بات آتی ہے تو لوگ طرح طرح کے رسم ورواج کو یاد کرنے لگتے ہیں چاہے وہ رسم غیر شرعی ہی کیوں نہ ہو۔ میں یہاں خاص طور پر ایک رسم (بارات) پر گفتگو کروں گا۔ جب دولہا نکاح کے لیے لڑکی کے گھر آتا ہے تو اس کے ساتھ اس کے کچھ قریبی دوست اور عزیز رشتے دار بھی ہوتے ہیں۔ نوشہ کے ہمراہی کو باراتی کہتے ہیں۔ باراتیوں کی ضیافت لڑکی والے کرتے ہیں۔ کبھی تو وہ بخوشی ضیافت کرتے ہیں تو کبھی بیٹی کے ہاتھ پیلے کرنے اور اس کا گھر بس جانے کی خاطر کرتے ہیں۔ جب کہ شریعت میں ولیمہ لڑکے کے اوپر ہے۔ لڑکی والوں پر کچھ نہیں ہے۔ یہ تو ان کی کشادہ ظرفی ہے کہ رشتے ناطے اور دوست احباب کی دعوت کر کے سب کو اپنی خوشیوں میں شریک کرتے ہیں۔ حالاں کہ ان کے یہاں بیٹی کی رخصتی کا غم ہوتا ہے کہ وہ لاڈ پیار سے پال پوس کر، زیور تعلیم وادب سے آراستہ کر کے لڑکے کے سپرد کر دیتے ہیں۔

ولیمہ لڑکے پر ہے، جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ طیبہ میں انصار ومہاجرین کے درمیان مواخات فرمائی اور بے سروسامان مہاجرین کو انصار کا بھائی قرار دیا تو ان کو جہاں مال واسباب اور مکانات کی ضرورت تھی وہیں زندگی گزارنے اور افزائش نسل کے لیے شادیوں کی بھی ضرورت تھی۔ تو مدینہ طیبہ میں حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک خاتون سے نکاح کیا، پھر سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں تشریف لائے، آپ پر پیلے پن (شاید ہلدی یا زعفرانی رنگ) کا اثر تھا تو سرکار نے پوچھا کہ یہ کیا ہے؟ تو جواب دیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نے سونے کے نواۃ (پانچ درہم کے برابر) کے وزن (مہر) پر ایک خاتون سے نکاح کر لیا ہے۔ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "بَارَکَ اللّٰهُ لَکَ" اللہ تمہیں برکت سے نوازے اور فرمایا ولیمہ کرو اگرچہ ایک بکری سے۔ حدیث کے الفاظ یہ ہیں:

عن أنس بن مالک رضی اللّٰهُ تعالیٰ عنه: ان النبی صلی اللّٰهُ تعالیٰ علیه وآله وسلم رأی علی عبدِ الرَّحمنِ بنِ عوفٍ أثرَ صفرةٍ، فقالَ: ما هذا؟ أو مَه، فقالَ: یا رسولَ اللهِ، إنِّی تَزَوَّجتُ امرأةً عَلی وَزنِ نَواةٍ من ذَهبٍ، فقالَ: بارَکَ اللّٰهُ لَکَ، أوْلِمْ وَلَو بشاةٍ. (أخرجہ البخاری ومسلم)

اس حدیث پاک میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کہ ولیمہ کرو اگر چہ ایک ہی بکری سے ہو۔ کیوں کہ آپ ہجرت کر کے مدینہ طیبہ تشریف لائے تھے اور مال واسباب کی فراوانی نہیں تھی، اس کا خیال کرتے ہوئے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جتنی استطاعت ہو اتنا ہی ولیمہ کرو۔ کیوں کہ عرب میں بکریاں خوب ہوا کرتی تھیں اور ہر کسی کے پاس آسانی سے دستیاب ہوتی تھیں، جب کہ اونٹ مہنگا تھا، اس لیے فرمایا کہ ایک بکری ہی میسر ہو تو اسی سے ولیمہ کرو۔

اس حدیث پاک میں لڑکے کی طرف سے ولیمہ کرنے کا ثبوت ملتا ہے جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کہ ولیمہ کرو۔ ایک بات یہ بھی پتا چلی کہ جب نکاح کرنے والوں کو مبارک باد پیش کی جائے تو اس لفظ ''بـارَکَ الـلّٰـهُ لَکَ'' سے پیش کی جائے کیوں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس لفظ کو اپنی زبانِ فیض ترجمان سے ارشاد فرمایا۔

اب یہاں ایک خاص بات بارات کے حوالے سے یہ پیش کرنی ہے کہ جب نکاح کے لیے دن تاریخ طےکی جاتی ہے تو یہ بات بھی کر لی جاتی ہے کہ آپ کتنی تعداد میں آئیں گے تا کہ ہم آپ کی اچھی طرح خاطر تواضع کر سکیں۔ جب آپ کہیں مہمان بن کر جاتے ہیں تو میزبان آنے والوں کی تعداد بھی پوچھ لیتا ہے تا کہ وقت پر پریشانی کا سامنا نہ کرنا پڑے، ایک دو افراد کم بیش ہو جاتے ہیں تب بھی کوئی فرق نہیں پڑتا۔ اسی لیے دولہے کے ساتھ آنے والوں کی بھی تعداد پوچھ لی جاتی ہے تا کہ عین وقت پر کسی قسم کی پریشانی نہ ہو۔

ایسے حالات میں تو ہونا یہ چاہیے کہ لڑکی والے سے ہی پوچھا جائے کہ کتنے لوگ ہم لے کر آئیں؟ اور لڑکی والوں کی رضامندی سے لوگ آئیں تا کہ دونوں لوگ خیر سے نپٹ جائیں، کسی کو کوئی پریشانی بھی نہ ہو اور نکاح کے ذریعے مبارک رشتہ جڑ جائے۔ اب جو غور کرنے کی بات ہے وہ یہ ہے کہ ایسے موقع پر جب باراتیوں کے انتظام کی بات چل رہی ہو تو لڑکے والوں کا یہ مطالبہ کہ ہم پانچ سو، چار سو یا تین سو باراتی لائیں گے۔ اگر غیر مسلم سے روابط ہیں تو یہ کہتے ہیں کہ اس میں آدھے ہندو باراتی بھی ہوں گے مثلاً ایک سو، دوسو۔ ان کا بھی الگ سے انتظام کرنا پڑے گا۔ ہمارے تعلقات ہندوؤں سے بھی ہیں۔ ہم ان کو نہیں چھوڑ سکتے۔ لہٰذا آپ ان کا بھی انتظام کیجیے گا۔ اور یہ سارا بوجھ لڑکی والے پر ڈال دیتے ہیں۔ یہ شرعاً کہاں تک درست ہے؟ شریعت اس کی کہاں تک اجازت دیتی ہے؟ یعنی شریعت اس کی ہرگز اجازت نہیں دیتی، کہ یہ بلاوجہ کسی پر بوجھ ڈالنا ہوا۔ جو عقلاً اور شرعاً کسی طرح درست نہیں۔

میں کہتا ہوں کہ آپ کے لوگوں سے تعلقات ہیں، آپ کے ملاقاتی غیر مسلم ہیں تو ان کو اپنے گھر بلا کر خوب کھلائیے، خوب ان کی دعوتیں کیجیے۔ طرح طرح کے پکوان کھلائیے۔ لیکن یہ کہاں کا انصاف ہے کہ اپنے تعلقات کا سارا بوجھ لڑکی والوں پر ڈال دیا جائے۔ اس غیر اسلامی اور غیر اخلاقی کام میں بیشمار لوگ ملوث ہیں ان کو اپنی روش بدلنی اور اپنی اصلاح کر لینی چاہیے۔

بنارس کا ایک واقعہ ہے تقریباً ڈیڑھ سو باراتیوں کی بات طے پائی اور بارات رات میں آنے والی تھی، جب آئی تو باراتی دوگنا یعنی تین سو آگئے، اب جو رات میں فوری طور پر انتظامات کرنے میں پریشانی ہوئی وہ بیان نہیں کی جا سکتی۔ اس کا احساس اسی کو ہوگا جس پر یہ مصیبت آئی ہو۔ لڑکی والے اپنی عزت اور بیٹی کی خاطر سب جھیل جاتے ہیں۔ اس لیے لوگوں کو ایسا کرنے سے سخت پرہیز کرنا چاہیے۔ ایسا کرنا دھوکا اور ایک مسلمان کی عزت نفس کو ٹھیس پہنچانا ہے۔ اس سے باز آنا ضرور چاہیے۔

ایسا ہی ایک واقعہ جھارکھنڈ دیوگھر کے اسہنا گاؤں کا ہے۔ سردیوں کی رات تھی۔ دیہات کا جنگلی علاقہ تھا اوپر سے رات کی شادی۔ یہاں بھی ایسا ہی ہوا کہ تقریباً آٹھ سو باراتی لے آئے۔ گاؤں کی شادی تھی تو بارات میں پورا گاؤں ہی امنڈ پڑا تھا۔ رات ۱۰ بجے نکاح ہونا تھا جو ۲ بجے رات کو ہوا۔ کیوں کہ فوری طور پر انتظامات کرنا وہ بھی دیہات کے علاقے میں۔ نہ جانے کیسے کیا ہوگا؟۔ ایسے ایسے واقعات بہت پیش آتے ہیں۔ لڑکے والوں کو کم از کم یہ تو سوچنا چاہیے کہ ان کے پاس بھی بیٹیاں ہیں یا ان کیقریبی رشتے میں تو ضرور ہوں گی۔ کل ان کے ساتھ ایسا ہوتو کیسا لگے گا؟

اسی ضمن میں ایک واقعہ اور پیش ہے۔ایک زمین دار صاحب کی بیٹی کی شادی تھی ، یہاں معاملہ الٹا تھا۔دوسو باراتیوں کا مطالبہ تھا۔تو لڑکے والوں نے کہا کہ ٹھیک ہم اس سے زیادہ ہی لائیں گے۔ پھر کہتے ہیں کہ میں فلاں فلاں مدرسے کے بچوں کو بارات میں لے آؤں گا تو لڑکی والے کہتے ہیں کہ ان کونہیں بلکہ رشتے داروں کو لے آئیں تو ان کو پتے کا جواب ملا۔ کہتے ہیں کہ یہ سب بھی ہمارے دینی رشتے دار ہیں۔بالآخر ۸۰، ۵۸لوگ بارات میں پہنچے اور کل ۸لوگ کھانا کھا پائے ، بقیہ لوگ ناشتہ کر کے واپس آگئے کیوں کہ کھانا گھٹ گیا تھا۔اسی کو کہتے ہیں جیسی نیت ویسی برکت ۔ کیوں کہ ان کو دینی مدارس کے طلبہ بارات میں پسند نہیں آئے ، ان کو ہائی فائی انگریز نما لباس پہنے ہوئے لوگ بارات میں چاہئیں ،تا کہ چاروں طرف خوب ان کی سخاوت کے قصیدے پڑھے جائیں۔ان کی خاطر تواضع کی تعریف کے پل باندھے جائیں۔اس لیے ہمیں شادی بیاہ میں خصوصاً اور عام زندگیوں میں عموماً اعتدال کی راہ اختیار کرنی چاہیے۔درمیانی راہ اختیار کرنے میں ہی دونوں جہان کی بھلائی ہے۔

بعض ایسی گھٹیا حرکت پر اُتر آتے ہیں کہ باراتیوں کے کھانے میں طرح طرح کے پکوان کی فرمائش کرتے ہیں۔ یہ فرائی ، وہ فرائی ، یہ ٹھنڈا، یہ میٹھا، اور اس طرح کا بہترین چاول ہونا چاہیے۔ یہ نہایت درجے کی گری ہوئی حرکت ہے۔مہمان کو میزبان پر اپنی پسند کا بوجھ ڈالنا ہرگز جائز نہیں، بلکہ جو ملے کھالینا چاہیے۔غیرت مند اور نبی آخرالزماں صلی اللہ علیہ وسلم کا کلمہ پڑھنے والے سے اس کی توقع نہیں کی جاتی۔ کیوں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی کھانے کو عیب نہیں لگایا۔اگر خواہش ہوتی تو کھالیتے ورنہ چھوڑ دیتے۔حدیث پاک ملاحظہ ہو:

عن أبی هریرۃ رضی الله تعالیٰ عنه قال: ما عابَ النبیُّ صلی الله علیه وسلم طَعامًا قَطُّ، إنِ اشْتَهاهُ أكَلَهُ وإلّا تَرَكَهُ.(صحیح البخاری)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی، فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کھانے کو کبھی بھی عیب نہیں لگایا، اگر خواہش ہوتی (یعنی اچھا لگتا) تو کھالیتے ورنہ چھوڑ دیتے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث پاک سے ہمیں بہت بڑا درس دیا ہے۔اگر اس پر عمل کر لیں تو گھریلو جھگڑوں کا خاتمہ ہی ہو جائیکیوں کہ زیادہ تر میاں بیوی میں ناراضگی نمک کم ہونے ، دال، سالن پتلا ہونے سے ہی ہوتی ہے، ہمیں ایسے حالات میں اپنے آپ پر قابو رکھنا چاہیے اور سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث پاک کو یاد رکھنا چاہیے۔اس سے آپ کے گھر میں خوشیاں آئیں گی۔

بات تھی شادیوں میں کھانے اور باراتیوں کے لیے فرمائش کرنے کی، تو سن لیجیے ہمیں فرمائش کرنے سے بالکل بچنا چاہیے۔میزبان کی طرف سے جو بھی آئے خوشی خوشی تناول کر لے۔اگر کسی نے فرمائش کی اور میزبان نہ پوری کر سکا یا اس معیار کا انتظام نہ کر سکا تو اس کی دل شکنی ہوگی، اس کا دل دکھے گا۔اسلام میں کسی کا دل دکھانا بہت بڑا گناہ ہے۔

شادیوں کے کھانے میں ایک بات یہ بھی پیش آتی ہے کہ لڑکی والےباراتیوں کا تو اچھا سے اچھا انتظام کرتے ہیں چاہے فرمائش ہو یا نہ ہو۔اور رشتے داروں، گھراتیوں اور محلے کے ان لوگوں کو(جو شادی کے دو دن پہلے سے دو دن بعد تک کام کرتے ہیں اور شادی کے سارے انتظامات سنبھالتے ہیں) تو ان کو وہی عام کھانا کھلاتے ہیں۔ ہم باراتیوں کو زیادہ اہمیت دیتے ہیں، یقیناً وہ اہمیت کے حق دار ہیں کیوں کہ وہ مہمان ہیں۔لیکن آپ عام لوگوں کو بھی وہی کھلائیں جو باراتیوں کو کھلاتے ہیں۔سب کو اچھا اور ایک جیسا کھلائیں۔ باراتیوں کا الگ سے انتظام کرنے میں دوسروں سیکھیں نہ کہیں امتیازانہ سلوک ضرور برتا جاتا ہے جو اچھا نہیں۔ یوں ہی ولیمے میں امرا کو تو بلایا جاتا ہے لیکن فقرا کو چھوڑ دیا جاتا ہے جو ایک مذموم عمل ہے۔حدیث شریف میں آیا ہے:

عن أبی هریرۃ رضی الله تعالیٰ عنه قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم " شَرُّ الطَّعامِ طَعامُ الوَلِيمَةِ، يُدْعى لَها الأغْنِياءُ ويُتْرَكُ الفُقَراءُ، ومَن تَرَكَ الدَّعْوَةَ فقَدْ عَصى اللَّهَ ورَسوله صلی الله علیه وسلم ".(صحیح البخاری، حدیث

نمبر:)، وصحیح مسلم (حدیث نمبر:)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "سب سے برا کھانا اس ولیمے کا کھانا ہے جس میں مال داروں کو بلایا جائے اور فقیروں کو چھوڑ دیا جائے۔ اور جو دعوت کو ترک کرے تو اس نے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کی۔ (نافرمانی اس لیے ہوئی کہ ایک مسلمان پر دوسرے مسلمان کا حق ہے کہ جب وہ دعوت دے تو اس کی دعوت قبول کی جائے۔ یہاں اس پر عمل نہیں ہوا۔)

شادیوں میں دعوت کی بابت ایک بات یہ بھی عرض کرنی ہے کہ دعوت دینے میں ہمیں پاس پڑوس کے غریب لوگوں کا بھی ضرور خیال رکھنا چاہیے۔ کیوں کہ محلے میں بہت سارے گھر ایسے بھی ہوتے ہیں جن کے یہاں کئی کئی ہفتوں بعد گوشت بنتا ہے۔ تو چند بوٹیاں مل پاتی ہیں۔ اس لیے ایسے لوگوں کا ضرور خیال کرنا چاہیے۔ کیوں کہ ان کو کھلانے کے بعد جو خوشیاں انھیں حاصل ہوتی ہیں وہ ہماری زندگی بھر کی خوشیوں کی ضامن ہوتی ہے۔ ان کی دعائیں جلدی قبول ہوتی ہیں۔ ان کو کھلانے کا ثواب بھی زیادہ ہے۔

مذکورہ حدیث پاک سے ہمیں یہ بھی پتا چلا کہ وہ کھانا برا کھانا ہے جس میں مالداروں کو بلایا جائے اور غریبوں کو چھوڑ دیا جائے۔ اس میں یہ بھی بتایا کہ اگر کوئی دعوت دے تو اس کو قبول کیا جائے کیوں کہ دعوت قبول کرنا ایک مسلمان کا حق ہے۔ ہاں اگر کسی وجہ سے وہ نہیں آسکتا ہے تو پہلے ہی معذرت کر لے۔ دعوت کا انکار نہ کرے۔ اسے ٹھکرائے نہیں۔ کیوں کہ دعوت کا انکار کرنا یا قبول نہ کرنا اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کا سبب ہے۔ اس لیے ہمیں اس حدیث پاک کو یاد رکھنا چاہیے اور اس پر عمل کرنا اور اسے دوسروں تک پہنچانا بھی چاہیے۔ کیوں کہ بہت سے لوگ اسلامی تعلیمات سے ناواقفیت کی بنا پر غلطی کر جاتے ہیں۔ اللہ عزوجل ہمیں عملِ خیر کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم

الحاج سعید نوری کو مبارکبادیاں

12: مارچ 2021 کو وسیم رضوی نے قرآن مقدس کی 26 آیات مبارکہ کو قابل اعتراض قرار دے کر انہیں قرآن عظیم سے خارج کرنے کے لئے سپریم کورٹ میں عرضی دی تھی۔

آج 12: اپریل 2021 کو بھارتی سپریم کورٹ نے وسیم رضوی کی پٹیشن کو خارج کر دیا اور وسیم رضوی پر پچاس ہزار کا جرمانہ عائد کیا گیا۔

آج بھارتی سپریم کورٹ نے جو تاریخی فیصلہ دیا ہے، یقیناً وہ یادگار فیصلہ ہے۔ سپریم کورٹ کے جج اور وکیل قابل مبارکباد ہیں۔

اس معرکہ کو سر کرنے کے لئے جن حضرات نے کوشش و کاوش کی۔ اپنے آرام و سکون کو قربان کیا۔ سپریم کورٹ میں پیروی کی، وہ تمام ارباب عزیمت بے شمار مبارک بادیوں کے مستحق اور قابل تحسین و آفریں ہیں۔

ان کفن بردوش اصحاب عزیمت میں اسیر مفتی اعظم ہند محترم الحاج سعید نوری صاحب صدر: رضا اکیڈمی ممبء سرفہرست ہیں۔ جب بھی کوئی اسلام مخالف فتنہ سر اٹھاتا ہے تو آپ اس کی سرکوبی کے لئے قبل از وقت ہی بیدار رہتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ موصوف کو ہر قسم کے فتنوں سے محفوظ رکھے اور دارین کی سعادتوں اور حسنات و برکات سے سرفراز فرمائے: (آمین)

وسیم رضوی سے پہلے بھی یہ فتنہ اٹھایا جا چکا ہے۔

20: جولائی 1984 کو کلکتہ ہائی کورٹ میں قرآن عظیم کی 85 آیات مقدسہ سے متعلق مقدمہ دائر ہوا تھا اور وہ مقدمہ خارج ہوا۔

فتنے اٹھتے رہیں گے۔ دفاع کے لئے کمربستہ رہنا ہوگا۔ نہ خوش فہمی میں مبتلا ہوں، نہ کسی پر اندھا اعتماد کریں۔

(من جانب۔ ادارہ پیغام شریعت دھلی)

قسط دوم

تاریخ وہابیت ایک مختصر جائزہ

از: مفتی محمد داؤد علی مصباحی (گیا)

ہندوستان میں وہابیت کا فروغ

وہابیت کی آمد سے قبل مسلمانان ہند مذہب اہل سنت و جماعت پر تھے، اہل تشیع بھی بہت کم تھے، ہر طرف فکر وعقیدہ کی ہم آہنگی تھی۔ نعرۂ توحید، عشق رسول، محبت اولیا اور مراسم اہل سنت کی روشنی سے دل روشن تھے، لیکن یہ اتحاد انگریزوں کی راہ میں بہت بڑی رکاوٹ تھی، اس لیے انھوں نے برصغیر میں افتراق بین المسلمین کے لیے اسماعیل دہلوی سے کام لیا دہلوی صاحب اپنے پیر سید احمد رائے بریلوی کے زیر سرپرستی نجد سے تحریک وہابیت لائے۔ (افتراق بین المسلمین کے اسباب، ص ۱۴۶)

محمد اسماعیل دہلوی حضرت شاہ عبدالعزیز دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے بھائی شاہ عبدالغنی کا لڑکا تھا، اس نے رائے بریلی کے ایک ان پڑھ شخص سید احمد بن عرفان کے ہاتھ پر بیعت کی۔ دونوں حج وزیارت سے فارغ ہوکر ہندوستان واپس آئے تو اسماعیل دہلوی نے اس کے حکم سے دو سال تک شہروں اور دیہاتوں کی سیر کی اور تلخیص شدہ کتاب التوحید کا ایک نسخہ اس کے ہاتھ لگ گیا جو اسے بہت پسند آیا، اس نے اسی طرز پر تقویۃ الایمان نام کی ایک کتاب لکھی جن میں ان معمولات وعقاید اہل سنت کو جو قرآن وحدیث وآثار صحابہ اور اسلاف کی روایات سے ثابت ہیں شرک وبدعت کے زمرے میں ڈال دیا۔ (فتنوں کا ظہور ص ۸۸)

اس کتاب کے چھپتے ہی مسلمانوں اور علمائے حق کے درمیان بے چینی اور غم وغصہ کی لہر دوڑ گئی۔

شاہ عبدالعزیز اور ان کے شاگردوں نے اس کتاب کو ناپسند کیا اور اسماعیل دہلوی کی ملامت کی، لیکن وہ اپنی بدعتوں سے باز نہ آیا۔ (ایضا ص ۸۸)

اس وقت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی بینائی رخصت ہوچکی تھی انھوں نے فرمایا: اگر میں ان امراض واعراض میں مبتلا نہ ہوتا تو ضرور اس کا رد لکھتا جیسے میں نے شیعوں کے رد میں تحفۂ اثنا عشریہ لکھی ہے۔

اس دور کے کسی عالم نے اسماعیل دہلوی کی موافقت نہ کی، سوائے عبدالحی بڈھانوی کے، وہ عوام کو اسماعیل کے اتباع پر برانگیختہ کرتے، شاہ ولی اللہ خاندان سے نسبت ہونے کی بنا پر کچھ لوگ اسماعیل دہلوی پر اعتماد کرکے اس کے مذہب کے موافق ہوگئے۔

۱۹؍ ربیع الآخر ۱۲۴۰ھ منگل کے دن صبح کے وقت دہلی کی جامع مسجد میں مناظرہ ہوا۔ علمائے اہل سنت میں سے شیخ مخصوص اللہ اور ان کے بھائی شیخ محمد موسی شیخ رشید الدین اور علامہ فضل حق خیرآبادی وغیرہ تھے، جب کہ دوسری طرف اسماعیل دہلوی اور شاہ عبدالحی بڈھانوی تھے، جب مباحثہ ہوا تو اسماعیل اور عبدالحی دونوں جواب سے عاجز رہ گئے لیکن اپنی بدعتوں سے تائب نہ ہوئے۔

پھر شیخ مخصوص اللہ نے تقویۃ الایمان کے رد میں معید الایمان لکھی اور علامہ فضل حق خیرآبادی نے "تحقیق الفتویٰ فی ابطال الطغوی" تصنیف کی۔ ان کے علاوہ اور علما نے بھی کتابیں لکھی اور تحریر وتقریر ہر طرح سے اسماعیل دہلوی کا رد کرتے رہے۔ آخر کار وہ دہلی سے نکل گیا اور اپنے پیر سید احمد رائے بریلوی کو امیر المومنین بنا کر لوگوں کو جہاد کی دعوت دی، لیکن اس نے انگریزوں کے خلاف جہاد کو حرام ٹھہرایا اور ان کی حکومت کو امن کا گہوارہ بتایا۔ وہ سکھوں کی طرف متوجہ ہوا اور ان سے شکست کھا کر سرحد کا رخ کیا اور افغانیوں کو سکھوں سے لڑا دیا، لیکن شاہ

اسماعیل اور سید احمد نے ان کے ساتھ ایسا برتاؤ کیا کہ وہ رنجیدہ خاطر ہو گئے اور ان کے درمیان جنگ چھڑ گئی اور ۱۲۴۶ھ میں دونوں وہیں قتل کر دیے گئے (ایضاص ۸۸/۸۹ ملخصا)

ان کے بعد میاں نذیر حسین دہلوی نواب صدیق حسن بھوپالی اور ثناء اللہ امرتسری وغیرہ نے ہندوستان میں فرقہ وہابیہ نجدیہ کو فروغ دیا۔ یہ سب کے سب انگریزوں کے فضلہ خوار تھے اور ان سے گہرے یارانہ تعلقات تھے، تفصیل کے لیے درج ذیل کتابیں دیکھیں:

(۱) تاریخ تذکرۃ الاولیا، از مراد علی (۲) مقالات سرسید

(۳) فریاد مسلمین از محمد حسین بجنوری (۴) حقائق تحریک بالاکوٹ از شاہ حسین گردیزی

(۵) امتیاز حق از راجا غلام محمد (۶) الحیات بعد الممات از فضل حسین

کتاب التوحید اور تقویۃ الایمان :

اپنے عقائد باطلہ کی اشاعت کے سلسلہ میں سب سے پہلے جو کتاب محمد بن عبد الوہاب نجدی نے لکھی وہ کتاب التوحید ہے اس کتاب میں اچھے خاصے مسلمانوں کو کافر، مشرک اور بدعتی قرار دیا گیا اور فاسد نظریات سے کتاب کو بھر دیا گیا ہے۔ عبد العزیز بن مسعود نے مکہ پر قابض ہو کر اس کتاب کو چھپوا کر مفت تقسیم کی۔

شاہ اسماعیل دہلوی نے ہندوستان میں فروغ وہابیت کے لیے اسی کتاب التوحید کے طرز پر تقویۃ الایمان لکھی یہ کتاب کس قدر ایمان سوز اور گستاخیوں سے لبریز تھی اس کے متعلق دیوبندی مکتب فکر کے ترجمان عامر عثمانی لکھتے ہیں:

تقویۃ الایمان میں فصل فی الاجتناب عن الاشراک میں لکھا ہے "ہر مخلوق بڑا ہو یا چھوٹا وہ اللہ کی شان کے آگے چمار سے بھی زیادہ ذلیل ہے" کیا اس کا صاف اور بدیہی مطلب یہ نہیں ہے کہ اولیا وصحابہ تو ایک طرف رہے تمام انبیاء ورسل اور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم بھی اللہ کی شان کے آگے چمار سے بھی زیادہ ذلیل ہیں، یہ کیسا خطرناک انداز بیان ہے، کتنے لرزا دینے والے الفاظ ہیں (ماہ نامہ تجلی فروری مارچ ۱۹۵۷ء)

بلکہ خود اسماعیل دہلوی کو بھی معلوم تھا کہ اس کتاب سے اختلاف وانتشار ہوگا۔

چناں چہ وہ خود کہتا ہے میں نے یہ کتاب لکھی ہے اور میں جانتا ہوں کہ اس میں بعض جگہ ذرا تیز الفاظ بھی آ گئے ہیں اور بعض جگہ تشدد بھی ہو گیا ہے مثلا ان امور کو جو شرک خفی تھے شرک جلی لکھ دیا گیا ہے، ان وجوہ سے مجھے اندیشہ ہے کہ اس کی اشاعت سے شورش ضرور ہوگی۔ (ارواح ثلاثہ ص ۸۱)

مختصر یہ ہے کہ ان دونوں مذکورہ کتابوں میں متوارث عقاید ومعمولات رکھنے والوں کو مشرک قرار دیا گیا اور خود ساختہ عقاید ونظریات کو اصل دین بنا کر پیش کیا گیا۔

وھابیوں کے عقیدے:

خدائے تعالیٰ کی بارگاہ میں انبیاء واولیا کو وسیلہ بنانا شرک ہے (عامہ کتب وہابیہ) (۲) جس نے یہ عقیدہ رکھا کہ جب وہ نبی کا نام لیتا ہے تو نبی کو اس کی خبر ہو جاتی ہے تو وہ مشرک ہو گیا (کتاب التوحید)

(۳) رسول اپنی حیات میں اپنے خاتمے کا حال نہ جانتے تھے تو بعد وفات ان مشرکین کا حال کیسے جانیں گے (کتاب التوحید)

(۴) تعظیم کے لیے کھڑا ہونا شرک ہے یوں ہی کسی کو پکارنا اور کسی کے نام کا ورد کرنا (ایضا)

(۵) محمد کی قبر، ان کے غزوات کے مقامات، ان کے آثار کی مسجدوں اور کسی نبی یا ولی کی قبر اور تمام بتوں کی طرف سفر کرنا، یوں ہی محمد کی قبر کا طواف کرنا، اس کے حرم کی تعظیم کرنا، وہاں شکار نہ کرنا، درخت نہ کاٹنا وغیرہ شرک اکبر ہیں (ایضا)

(۶) رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کو غیب کی کیا خبر (تقویۃ الایمان ص ۷۵)

(۷) جس کا نام محمد یا علی ہے وہ کسی چیز کا مختار نہیں (ایضا،۴۲)

(۸) سب انبیاء اور اولیا اللہ کے سامنے ایک ذرہ ناچیز سے کمتر ہیں (ایضاص ۷۲)

(۹) اللہ کو غیب کا علم ہر وقت نہیں رہتا بلکہ جب چاہتا ہے غیب کی بات دریافت کر لیتا ہے۔ (ایضاص:۲۶)

(۱۰) اپنی اولاد کا نام عبد النبی، عبد الرسول، علی بخش، نبی بخش، پیر بخش، غلام محی الدین، غلام معین الدین رکھنا شرک ہے (ایضاص ۱۹)

نمونے کے طور پر ان کے چند عقاید نقل کیے گئے ہیں ورنہ ان کے یہاں اسلامی روایات کی بیخ کنی تقدیس الوہیت وعظمت رسالت سے کھلی دشمنی اور اسلاف واولیا کی حرمتوں پر نیش زنی کی بھرمار ہے العیاذ باللہ تعالیٰ

ہندوستانی وہابی دو فرقوں میں بٹ گئے :

ہندوستان کے وہابی جو اسماعیل کے تابع ہیں دو فرقوں میں بٹ گئے۔

(۱) اہل حدیث: یہ فرقہ فقہ اور تقلید کا منکر اور اتباع سنت کا مدعی ہے جب کہ یہ عقاید میں وہابیہ نجد اور وہابیہ ہند کا ہم نوا ہے اس لیے اس کو وہابی کہا جانے لگا، لیکن اس نے اس نام کو ناپسند کیا اور اپنا نام ''محمدیہ'' رکھ لیا جب اس کے مخالفین نے کہا کہ یہ تو محمد بن عبد الوہاب کی طرف نسبت ہے تو نام بدل کر ''اہل حدیث رکھا نجدیوں کی طرف میلان کے باعث اب اپنے کو سلفی کہتے ہیں کیوں کہ عرب میں نجدیوں کی حکومت ہے وہ اپنے ہم عقیدہ لوگوں پر بے دریغ دولت صرف کرتے ہیں (فتنوں کا ظہور ص ۹۵ ملخصا)

(۲) دیوبندی یہ فرقہ مدرسہ دیوبند کی طرف منسوب ہے اسماعیل دہلوی کی اتباع کا مدعی ہے اور اس کے افکار ونظریات کو قبول کرتا ہے فقہ میں امام اعظم رحمۃ اللہ کی تقلید کا مدعی ہے تصوف وطریقت کو مانتا ہے اور سلسلہ قادریہ، چشتیہ، نقشبندیہ وغیرہ کی طرف اپنی نسبت ظاہر کرتا ہے۔ (ایضا)

یعنی دیوبندی دو متضاد نظریوں کا حامل ہے اپنے اکابر سے متعلق یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ وہ غیب جانتے ہیں کائنات میں تصرف کرتے ہیں اپنی حیات اور بعد وفات بھی مصیبتوں میں مدد کرتے ہیں ان سے توسل اور استغاثہ بھی جائز اور درست مانتے ہیں۔

لیکن جب اہل سنت کا کوئی فرد انبیا اور اولیا سے توسل کرتا ہے یا مدد طلب کرتا ہے تو اس پر شرک کا حکم لگاتے ہیں اور دلیل میں ہر وہ بات پیش کرتے ہیں جو کتاب التوحید اور تقویۃ الایمان میں شیخ نجد اور اسماعیل دہلوی نے لکھی ہے۔

اللہ ہم سب کو بد مذہبوں کے باطل عقائد سے بچا کر رکھے، سواد اعظم اہل سنت پر گامزن رکھے اور اپنے محبوبوں کی محبت سے ہمارے دلوں کو روشن رکھے آمین

تاریخ وہابیت کو تفصیل سے معلوم کرنے کے لیے درج ذیل کتابوں کا مطالعہ کریں:

(۱) تاریخ نجد وحجاز از مفتی عبد القیوم قادری

(۲) مکمل تاریخ وہابیہ، از محمد رمضان علی قادری

(۳) وہابی مذہب کی حقیقت از محمد شفیع قادری

(۴) برصغیر میں افتراق بین المسلمین کے اسباب از مبارک حسین مصباحی

(۵) فتنوں کی سرزمین نجد یا عراق از مفتی محمد شریف الحق امجدی رحمۃ اللہ علیہ

(۶) فتنوں کا ظہور اور اہل حق کا جہاد از علامہ محمد احمد مصباحی

☆☆☆☆☆☆

R.N.I. No. DELURD/2015/65657 Posted at RMS Postal Registration: DL (DG-11) 8085/2021-23
Publishing Date: 20-02-2021 Total 56 Page with Title Cover
Posting Date. 21&22 Same Month
Weight 95 Grams

Paigam e Shariat Monthly

Vo: 06 Issue: 4 APRIL: 2021

Owner, Publisher & Printer
Mohammad Kumail
Chief Editor
Faizanul Mustafa Qadri

Printed at **M/S Moni Printin Press**
3622 Katra Dina Baig, Lal Kuan, Delhi-110006
Published from H.No. 422, 1st Floor, Gali
Matia Mahal, Jama Masjid, Delhi-110006